© rasailojaraid.com

تحقیق وتنقید

دعوتِ نبوی کے طریقے

(۲)

ڈاکٹر محمد لیسین مظہر صدیقی۔

شخصی ملاقاتوں کے ذریعہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعوت وتبلیغ کا طریقہ اپنایا تھا اس کو بہت مؤثر طور سے بیرونی اور بدوی عربوں کے سلسلہ میں استعمال کیا اور ان کی قیامگاہوں اور فرودگاہوں میں جاکر ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی۔ بدوی اور شہری عربوں سے ملاقات کے ذریعہ دعوتِ اسلامی کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں: اول مکہ مکرمہ کے قرب وجوار کے بازاروں، قصبوں اور شہروں میں جمع ہونے اور بسنے والے لوگوں میں دعوت وتبلیغ کرنے کا طریقہ اور دوم حج کے زمانے میں مواسم حج اور مقامات حج پر قیام کرنے والے حجاج کرام کے سامنے اسلام پیش کرنے کا طریقہ بنیادی طور سے یہ دونوں طریقے یکساں نظر آتے ہیں کہ دونوں زیارت وملاقاتِ نبوی سے مشرف ومعتبر ہیں لیکن ان میں بعض دوسرے فرق ہیں جو دعوتِ اسلامی اور تبلیغِ نبوی کے زاویوں، وسعتوں اور گیرائیوں کو اجاگر کرتے ہیں۔

مکہ مکرمہ کے قرب وجوار میں عکاظ، ذوالمجاز، مجنہ وغیرہ کئی بازار لگتے تھے اور وہاں مستقل آبادی بھی تھی۔ بعض اسلامی مورخین نے ان "اسواقِ عرب" کا مفصل ذکر کیا ہے۔ ان سے ان بازاروں کے مقامات، انعقاد کی تاریخوں اور تجارت وتہذیب کے واقعات کا پتہ چلتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی یہ تھی کہ مکہ مکرمہ اور اس کے قرب وجوار میں جہاں کہیں آبادی ہوتی یا انسانوں کا اجتماع ملتا آپ ان کو اسلام کی دعوت دینے پہونچ جاتے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ طارق بن عبداللہ المحاربی نے پہلے پہل آپ کو ذوالمجاز کے میلے میں دیکھا جہاں وہ خرید وفروخت کے لیے گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے جب گذرے تو فرما رہے تھے: لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو تم فلاح پاؤ گے" اور آپ کا چچا ابولہب آپ کو پتھر مارتا جاتا اور کہتا جاتا تھا کہ لوگو اس کی بات نہ مانو یہ جھوٹا ہے۔ رسولِ اکرمؐ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنی تردید سنتے اور مار کھا کر زخمی ہوتے رہے لیکن اسی طرح پورے بازار میں تبلیغ کرتے رہے۔[۵۵] ابنِ سعد کی روایت ہے کہ حضرت عمرو بن عبسہ سُلمی نے عکاظ کے بازار میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور وہاں اسلام قبول کیا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت عمرو بن عبسہ نے آپ سے نبی و رسول کے معنی پوچھے آپ سے اسلام کی تعلیمات کی وضاحت مانگی اور آپ کے ساتھیوں اور مسلمانوں کے بارے میں استفسار کیا اور جب مطمئن ہو گئے تو اسلام قبول کر لیا۔[۵۶]

مواسمِ حج میں حُجاج کا اجتماع مکہ مکرمہ کے علاوہ منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں ہوتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ وہ باہر سے آنے والے عرب قبیلوں کے ڈیروں اور قیام گاہوں پر جاتے اور ان کو اسلام کی دعوت دیتے۔ آپ کا یہ طریقہ مکی دور کے علانیہ دعوت کے پورے دور میں یعنی مسلسل دس سال تک جاری رہا۔ بعض مورخین اور سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ پہلے سات برسوں میں آپ صرف اسلام کی تبلیغ کرتے تھے مگر واقعۂ طائف کے بعد آخری تین برسوں میں تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ آپ اپنی حمایت و نصرت کا بھی مطالبہ کرتے تھے۔ لیکن جو حمایت و نصرت کرنے کی حامی نہ بھرتا اس کے لیے دعوتِ اسلامی قبول کرنا کافی تھا۔ حضرت عفیف کندی نے جو بعد میں مسلمان ہوئے پہلی بار رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منیٰ ہی میں دیکھا تھا۔ اور آپ کو نماز پڑھتے دیکھ کر مسلمان ہوئے تھے[۵۷] ابنِ اسحاق اور ابن ہشام وغیرہ نے متعدد قبائلِ عرب کا ذکر کیا ہے جن سے آپ نے ان تبلیغی دوروں میں ملاقات کی اور ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی۔ ان میں کندہ، بنو کلب، بنو حنیفہ، بنو عامر بن صعصعہ، بنو تمیم، بنو ثعلبہ، بنو سلیم، بنو عبس، بنو عذرہ، غسان وغیرہ کا نام تو صراحت کے ساتھ لیا گیا ہے لیکن ان میں بیشتر قبائل عرب کو شامل سمجھنا چاہیے کیونکہ ہر سال عرب قبائل میں سے کوئی نہ کوئی حج کے لیے آتے رہتے تھے۔ اس طرح آپ نے دس سال کے عرصہ میں عرب کے بیشتر قبائل اور ان کی شاخوں کے سامنے اسلام پیش کر دیا تھا اور ان کے ذریعہ پورے عرب میں اسلام متعارف ہو گیا تھا۔ ان عرب قبائل سے ملاقاتِ نبوی اور ان کو دعوتِ اسلامی کی روداد کافی طویل ہے جس کو یہاں دہرانے کی ضرورت بھی نہیں۔ البتہ ابن اسحاق کا ایک جامع و مانع تبصرہ نقل کرنا کافی ہوگا کہ وہ آپ کی دعوت و تبلیغ کی حقیقت بیان کرتا ہے۔ جب بھی لوگ موسم حج میں جمع ہوتے آپ ان کے پاس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہونچ کر تمام قبائل کو اللہ اور اسلام کی طرف بلاتے اور اسی طرح جس کسی صاحبِ شرف اور نامور شخص کے مکہ مکرمہ میں آنے کی خبر سنتے اس کے پاس اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دینے کے لیے پہونچتے ۔ انھیں دوروں کے نتیجے میں مدینہ منورہ کے کئی افراد جیسے سوید بن صامت، ایاس بن معاذ وغیرہ نے اسلام قبول کیا تھا یا متعارف ہوئے تھے۔ اور خزرج واوس کے طبقات اور گروہوں نے اسلام قبول کر کے اسے مدینہ منورہ میں نہ صرف روشناس کرایا بلکہ پورے شہر کو اسلامی مرکز بنا دیا اور جس کے نتیجے میں مکی مسلمانوں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت ممکن ہو سکی[58]

قرب وجوار کے میلوں اور بازاروں اور مواسمِ حج میں قبائلِ عرب کے تبلیغی دوروں کا ایک توسیعی قدم آپ کا سفرِ طائف تھا۔ جو سنہ ۹ نبوی/۶۱۹ء میں کیا گیا۔ ہمارے بعض سیرت نگاروں نے یہ غلط فہمی عام کردی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا سفر اس لیے کیا تھا کہ مکہ مکرمہ کی زمین اسلام کے لیے بنجر ہو گئی تھی یا آپ قریش اور اس کے اکابر کے اسلام سے مایوس ہو گئے تھے۔ اسی طرح یہ تاثر بھی پیدا ہو گیا ہے کہ آپ کا سفرِ طائف کوئی الگ تھلگ اقدام تھا جس کا منصوبۂ تبلیغ ودعوت سے کوئی خاص تعلق نہ تھا۔[59] یہ دونوں باتیں غلط ہیں کیونکہ آپ سفرِ طائف سے واپسی پر بھی برابر اپنے تبلیغی اور دعوتی کاموں میں لگے رہے۔ اور ہجرتِ مدینہ تک اس میں کسی طرح کی کمی نہ آنے دی۔ اس سفرِ نبوی کے مقاصد ومحرکات اور اس کی نوعیت پر مزید بحث کی یہاں گنجائش نہیں لیکن یہ واضح ہے کہ یہ سفر بھی آپ کی عظیم عالمی دعوتی سرگرمی کا ایک حصہ تھا، نہ کہ اکابرِ قریش اور دشمنانِ مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آکر بنو ثقیف اور طائف کے اکابر سے نصرت وپناہ مانگنے کا منصوبہ۔ جس طرح آپ نے بازاروں، میلوں ٹھیلوں اور قرب وجوار کے علاقوں کے تبلیغی دورے کیے تھے اور جس انداز سے آپ نے مواسمِ حج میں دوسرے قبائلِ عرب کے سامنے اسلام پیش کیا تھا اور اپنی نصرت وحمایت کرنے کا مطالبہ کیا تھا اسی طرح آپ نے طائف کا سفر کر کے وہاں کے لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا اور اپنی حمایت پر آمادہ کیا تھا۔ روایات کے مطابق آپ نے اپنے متبنیٰ فرزند وصحابی حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ طائف کا سفر کیا اور وہاں تقریباً ایک ماہ قیام کیا۔ اپنے قیام کے دوران آپ نے طائف کے قبیلۂ ثقیف کے تین بڑے سرداروں کے علاوہ عوام وخواص کو بھی اسلام کی طرف بلایا۔ اکابرِ طائف نے قریشی سرداروں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زیادہ سخت رویہ اپنایا اور نہ صرف آپ کا پیغام قبول نہیں کیا بلکہ بدقماش لوگوں کے ذریعہ آپ پر پتھر برسوائے اور زخمی کر دیا۔ زخمی حالت میں آپ کی واپسی ہوئی اور نخلہ نامی مقام پر ایک باغ میں پناہ لی جو مکہ کے دو سرداروں عتبہ اور شیبہ کا تھا اور جہاں ان کا نصرانی غلام مسلمان ہو گیا۔ اس طرح آپ نے ظلم و ستم سہہ کر پڑوسی شہر میں اسلام کی تبلیغ کی۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کے فوری نتائج نہیں نکلے[64]

نبوی دعوت و تبلیغ کا ایک اہم طریقہ یہ تھا کہ آپ بیماروں کی مزاج پرسی کے لیے جاتے تو بیمار کو آخر آخر وقت میں بھی اسلام کی دعوت دیتے۔ دراصل آپ کسی موقع کو ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہتے تھے۔ اسی لیے جب آپ کو اطلاع ملی کہ آپ کے مربی چچا ابوطالب کا وقتِ آخر آ گیا ہے تو آپ ان کے پاس پہونچے اور ان سے بڑی حسرت و آرزو اور دردمندی سے فرمایا کہ وہ آپ کے کان ہی میں کلمۂ طیبہ پڑھ کر اسلام کا اقرار کریں تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ گواہی دے سکیں کہ ان کی جان اسلام پر نکلی لیکن ابوطالب اکابرِ قریش (جو ان کے اردگرد موجود تھے) کے بہکاوے میں آ گئے اور دینِ عبدالمطلب پر مرنے کا اقرار کیا اور محض قومی عار اور انفرادی ننگ کے سبب اسلام پر جان نہ دی[65] یہ محض شفیق و کریم چچا کے ساتھ معاملہ نہ تھا بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے انسانوں کی بھلائی اور ان کی دنیاوی اور اخروی عافیت محبوب و مقصود تھی کہ آپ رحمتِ عالم تھے۔ اس لیے آپ نے تبلیغ و دعوت کا یہ طریقہ دوسرے بیماروں کے سلسلہ میں بھی جاری رکھا تھا۔ اس کی صراحت اور مثالیں کم ملتی ہیں لیکن مفقود نہیں ایک روایت کے مطابق آپ نے ایک بوڑھی عورت کے بیمار بیٹے کو بھی اسی طرح دعوتِ خیر و فلاح دی تھی اور اس نے خوش قسمتی سے قبول بھی کر لیا تھا۔[66] مرض اور خاص کر مرض الموت میں انسان اللہ کے زیادہ قریب ہوتا ہے، ایسے موقع پر دعوت و تبلیغ بسا اوقات بہت نتیجہ خیز ثابت ہو سکتی ہے۔[67]

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داعیانہ کردار اور مبلغانہ حکمت کا ایک معنی خیز نتیجہ یہ تھا کہ آپ نے ابتدا ہی سے اسلام کے داعیوں اور مبلغوں کی ایک پرجوش و ہوش جماعت پیدا کر دی تھی جو اشاعتِ دین و اعلاءِ کلمۃ اللہ میں آپ کی مدد کرتی تھی۔ یہ بھی تبلیغ و دعوت کا ایک اہم بلکہ اہم ترین طریقہ تھا۔ یوں تو ہر نو مسلم دینِ حق کا داعی اور اسلام کا مبلغ ہوتا تھا اور تقریباً تمام اولین صحابۂ کرام نے خصوصاً تبلیغ و دعوت کا کام انجام دیا تھا لیکن بعض حضرات نے اپنی تبلیغی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مساعی کے سبب نام کمایا تھا۔ ابن سعد اور بلاذری کی روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا اعلان کر دیا اور آپ کا کارنامہ مکہ مکرمہ میں معروف ومشہور ہو گیا تو صحابہ کرام میں سے بعض نے لوگوں کو دعوت دینی شروع کی۔ حضرت ابوبکر اپنے حلقہ میں خاموشی سے تبلیغ کرتے اور یہی طریقہ حضرت سعید بن زید کا تھا اور ان کے ساتھ حضرت عثمان بھی خاموشی سے تبلیغ کرتے۔ لیکن حضرات عمر بن خطاب، حمزہ بن عبدالمطلب اور ابوعبیدہ بن جراح علانیہ دعوت دیتے تھے۔ ان میں سے متعدد حضرات کی دعوت اور قبول اسلام اور ان کے تبلیغی اثرات کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ ان کی مساعی سے مکہ کے مختلف خاندانوں کے ممتاز افراد وطبقات نے اسلام قبول کیا تھا۔

تبلیغ و دعوت کے طریقے دراصل حکمت و مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ان کی ہمیشہ رعایت رکھی کبھی خفیہ طور سے دعوت اور اسلام کا اخفا، ضروری اور نتیجہ خیز ہوتا ہے جیسا کہ اسلامی دعوت کے اولین تین برسوں میں طریقہ اپنایا گیا اور نہ صرف مسلمانوں یا اسلام قبول کرنے والوں نے مصلحت وحکمت کے تحت اپنے اسلام کو مخفی و پوشیدہ رکھا بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دور میں اکثر حضرات کو اس کی ہدایت فرمائی۔ یہاں تک کہ جب علانیہ دعوت کا زمانہ آگیا تو بھی بعض حضرات نے اسی میں مصلحت دیکھی اور حکمت پائی کہ اسلام کی تبلیغ خاموشی سے اور پوشیدہ طریقہ سے کریں۔ بسا اوقات اظہار واعلان اسلام میں قباحتیں زیادہ اور مشکلات صبر آزما ہوتی ہیں۔ اسی لیے حضرات ابوبکر وسعید وعثمان نے خفیہ تبلیغ کا طریقہ استعمال کیا۔ اس کے برعکس بعض حالات اور صورتوں میں علانیہ دعوت و تبلیغ کرنے اور اسلام کا اعلان واظہار کرنے میں مصلحت وحکمت ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرات عمر وحمزہ وابوعبیدہ کا طریقہ کار تھا۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں طریقوں میں مبلغین اور داعیوں کی اپنی اپنی شخصیت، مزاج اور رجحان کا بھی کسی حد تک اثر اور دباؤ ہوتا ہے ان عناصر کو بھی نظر انداز کرنا کسی طور صحیح نہیں۔

اظہار واعلان اسلام بھی دعوت و تبلیغ کے زاویے رکھتا ہے۔ اس کی مثال حضرت عمرؓ کے قبول اسلام اور اظہار دین میں ملتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے پہلا کام تو یہ کیا کہ اپنے حقیقی ماموں ابوجہل بن ہشام مخزومی کو، جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا عظیم ترین مخالف تھا، اپنے اسلام کی خبر خود اس کے گھر جا کر دی۔ پھر ایسے شخص کی تلاش کی جو ان کے قبولِ اسلام کے واقعہ کو جلد از جلد اور زیادہ سے زیادہ مشتہر کر سکے۔ تفتیش و تلاش سے معلوم ہوا کہ جمیل بن معمر جمحی خبریں پھیلانے کا کاروبار کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کو جا کر اپنے قبولِ اسلام کی خبر دی اور وہ فوراً اس کا اشتہار و اعلان کرنے نکل کھڑا ہوا اور سب سے پہلے اس نے مسجد حرام پہونچ کر مجالسِ قریش میں جمع اکابرِ مکہ کو خبر دی۔ حضرت عمرؓ اس کے پیچھے پیچھے لگے رہے اور سب کے سامنے اپنے اسلام لانے کا اقرار و اعتراف کیا۔ حالانکہ انھوں نے قریش کے بعض لوگوں سے خوب مار کھائی لیکن ان کے اسلام کے اعلان کے ساتھ ہی ان کو قریش کے ایک سمجھ دار اور با اثر سردار عاص بن وائل سہمی کی حمایت و حفاظت مل گئی[22] حضرت عمر کے قبولِ اسلام اور اظہارِ دین کا اثر اس وقت کے قریش مکہ پر کیا پڑا؟ اس کا اندازہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے تبصرہ سے ہوتا ہے کہ علانیہ دعوت کے آغاز کے تین سال بعد بھی مسلمانانِ مکہ مسجدِ حرام میں با جماعت اور علانیہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن حضرت عمر کے اعلانِ اسلام کے بعد مسلمانوں نے حضرت عمر کی قیادت و شجاعت اور شہامت میں قریشی اکابر سے لڑ بھڑ کر مسجدِ حرام میں علی الاعلان نماز پڑھنے کا حق حاصل کر لیا۔[23] اور کسے معلوم کہ ان کی جرأت و جسارت نے کتنے کمزور مسلمانوں کو قوت دی ہوگی، کتنے خفیہ اسلام رکھنے والوں کو جرأت اظہار دی ہوگی اور کتنے غیر مسلموں کو اسلام لانے کی ترغیب دی ہوگی۔[24]

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی داعیانہ تربیت و تعمیرِ شخصیت کا مظاہرہ صرف مکی اور قریشی داعیوں کی دعوت و تبلیغ کی صورت میں نہیں محدود رہا بلکہ بیرونی اور بدوی قبائل کے مسلموں کی داعیانہ مساعی اور تبلیغی کوششوں کے ذریعہ جزیرہ نمائے عرب کے مختلف گوشوں اور علاقوں میں بھی وسیع ہوا۔ مثال کے طور پر حضرت ابوذر غفاری اور ان کے پر جوش داعیوں کے ذریعہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بسنے والے دو قبیلوں غفار و اسلم کی نصف آبادی مکی دور میں مسلمان ہو گئی اور نصف نے ہجرت نبوی کے وقت اسلام قبول کیا۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی کے ذریعہ ان کے قبیلہ اور جنوبی عرب کے دوسرے قبیلوں میں اسلام پھیلا، حضرت ابو موسیٰ اشعری نے انتہائی جنوب میں اسلام پھیلایا۔ ضماد بن ثعلبہ نے اپنی قوم ازد کو مسلمان بنانے کی سعی کی مشرق میں قبیلہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبدالقیس اور ان کے پڑوسیوں کو حضرت الاشج اور ان کے بھتیجے نے اسلام سے روشناس کیا، معیقب بن ابی فاطمہ دوسی، بریدہ بن الحصیب اسلمی اور جعال بن سراقہ اور عمرو بن عبسہ سلمی کی داعیانہ مساعی نے عمدہ اثرات مرتب کیے اور نہ جانے کتنے اسلامی داعی تھے جن کی تعلیم و تربیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی اور ان کو تبلیغ کے کام پر لگا دیا تھا۔[68]

لیکن ان سب سے اہم کارنامہ مدنی مبلغوں اور داعیوں کا تھا۔ خود مدینہ نژاد داعیوں میں حضرت سوید بن صامت، اسعد بن زرارہ وغیرہ ابتدائی نومسلموں نے اسلام کو مدینہ میں روشناس کرانے میں جو خدمت انجام دی تھی وہ کچھ کم اہم نہ تھی لیکن تبلیغ و تعلیم کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ سے حضرت مصعب بن عمیر عبدری کو مدینہ بھیجا تو وہاں اسلام بڑی تیز رفتاری سے پھیلا۔ حضرت مصعب کی تبلیغی مساعی اور داعیانہ طریقوں کا تعلق بھی عہد نبوی کے مکی دور سے ہے۔ انھوں نے ذاتی ملاقاتوں تبلیغی دوروں، مذہبی اجتماعوں، دل چھو لینے والی تقریروں، متحد کرنے والی تنظیموں اور متعدد دوسرے طریقوں سے کام لیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرتِ مدینہ سے قبل شہر کی بیشتر آبادی کو مسلمان بنا لیا۔ دعوت و تبلیغ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا داعیوں کا مقرر کرنا اور مبلغوں کو تعلیم و تربیت دینا سب سے عظیم طریقہ تھا جو مستقل و مسلسل اور بعد کے زمانے میں تبلیغ و دعوت کے لیے بھی اسی طرح کارساز و کارفرما اور مشکل کشا بنا جس طرح وہ اپنے زمانے اور ماحول میں موثر و مفید اور مضبوط تھا۔[69]

تلاش و تفحص اور تحقیق و تدقیق سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی دعوت و تبلیغ کے بعض اور طریقے دریافت کیے جا سکتے ہیں لیکن ان تمام طریقوں کی افادیت اور تاثیر کا سب سے بڑا سبب بلکہ روحِ رواں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا عالی اور بیداغ کردار تھا۔

مدنی دور، تبلیغ و دعوت

مدینۂ منورہ میں اسلامی دعوت و تبلیغ کا کام اصلاً ان مدنی نومسلموں نے شروع کیا تھا جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے اور پھر دینِ حق کے عطا کردہ جوشِ دعوت و ولولہ تبلیغ سے سرشار ہو کر اپنے وطن والوں اور عزیزوں کو دین و دنیا کی فلاح و خیر سے ہمکنار کرنا چاہتے تھے۔ حضرت سوید بن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صامتؓ کی دعوت نبوی سے تاثر پذیری، حضرات ایاس بن معاذ، اسعد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیس کے قبول اسلام اور موخرالذکر دو کی دعوت و تبلیغ سے ابوالہیثم بن التیہان نے اسلام قبول کیا[۲۱]۔ اور ان تینوں نے مدینہ منورہ کی سرزمین میں اسلام کا پہلا بیج بویا۔ ان تینوں کی دعوتی سرگرمیوں نے اہل مدینہ میں اسلام کی قبولیت کی راہ ہموار کی اور سنہ ۱۰ نبوی/۶۲۰ء میں پہلی بیعت عقبہ میں چھ مدنیوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر حج کے موسم میں عقبہ کے مقام پر اسلام قبول کیا۔ ان چھ خزرجیوں کی دعوت و تبلیغ سے متاثر ہو کر اہل مدینہ میں اسلامی تحریک چل پڑی اور بہت سے لوگ مسلمان ہوئے جن میں سے بارہ[۱۲] افراد نے جو پہلے مسلمان ہو چکے تھے اگلے سال مکہ جا کر آپ سے دوسری بیعت عقبہ کی۔ اسی بیعت عقبۂ ثانیہ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر عبدری کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ بھیجا تاکہ وہ نومسلموں کی تعلیم و تربیت کریں اور غیر مسلموں کو اسلام اور دین حق کی طرف بلائیں۔ حضرت مصعب بن عمیر عبدری کا عظیم دعوتی کارنامہ یہ تو ہے ہی کہ انھوں نے اپنی مخلصانہ کوششوں اور پرجوش مساعی سے اوس و خزرج کے بعض اہم سرداروں اور شخصیات کو حلقہ بگوش اسلام کیا اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے داعیوں اور مبلغوں کی ایک عظیم المرتبت اور پرجوش جماعت پیدا کر دی اور ان دونوں نے مل کر تقریباً پورے مدینۂ منورہ کو اسلام کا مرکز اور قلعہ بنا دیا۔ اگلے سال ان مدنی مسلمانوں کے پچھتر[۷۵] نمائندوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ مکرمہ میں تیسری بیعت عقبہ کی اور نہ صرف اسلام کی دعوت و دین کے فرائض قبول کیے بلکہ آپ کی حمایت و حفاظت اور نصرت کا حلف بھی اٹھایا۔ اس بیعت نے ہجرت کی تمام شرائط پوری کر دیں۔ پہلے مکی اور قریشی مسلمان مدینہ آئے اور پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اسلامی تحریک اور تبلیغ و دعوت حق کا مدنی، خالص مدنی، دور شروع ہوا[۲۲]

مدنی دور تحریک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی دور کے بعض پرانے دعوتی طریقے اختیار کیے کہ وہ تجربہ سے کارگر و موثر ثابت ہو چکے تھے اور بعض نئے طریقے اپنائے کہ نئے حالات اور ان کے تقاضوں کے تحت ان کی ضرورت بھی تھی اور افادیت بھی زیادہ اور ہمہ گیر تھی۔ اگرچہ آپ کا سفر ہجرت سخت مشکل اور جاں گسل زمانہ تھا تاہم آپ اس دوران بھی اپنے فرائض سے غافل نہیں ہوئے۔ اس عہد ساز سفر کے دوران

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کی دعوت و تبلیغ کے تین نمونے اور طریقے نظر آتے ہیں۔ اول سراقہ بن جعشم جس نے آپ کا تعاقب انعام کی لالچ میں کیا تھا کے رجحانِ اسلامی اور بعد میں قبولِ اسلام کا واقعہ اس میں آپ کی معجزانہ قوت اور صابرانہ عظمت کی کارفرمائی تھی۔ دوم حضرت ام معبد خزاعی اور ان کے شوہر حضرت ابومعبد خزاعی کا قبولِ اسلام جس میں آپ کی معجزانہ طاقت کے علاوہ شخصیت کی طہارت بھی کارساز بنی تھی اور سوم حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی اور ان کے ستر افراد کا دینِ حق قبول کرنا جس میں آپ کی دعوت و تبلیغ کی بڑی کامیابی تھی[۴۵]

ہجرتِ نبوی کے مشتاق نہ صرف مسلمانانِ مدینہ تھے بلکہ مدینہ اور اس کے اطراف وجوانب کے غیر مسلم طبقات خاص کر مدینہ منورہ کے یہودی علماء بھی تھے کہ وہ آپ کی رسالت و دعوت کا شہرہ سن چکے تھے۔ آپ کے مدینہ منورہ پہونچتے ہی مسلمانوں کے علاوہ متعدد یہودی علماء اور طبقات نے بھی آپ سے ملاقات کی اور آپ کی دعوت سنی۔ ان میں سے کئی یہودی علماء جیسے حضرات عبداللہ بن سلام اور زید بن سعنہ وغیرہ اسلام کی حقانیت پاکر اسی وقت اسلام لے آئے۔ حضرت سلمان فارسی نے بھی اسی زمانے میں اسلام قبول کیا۔ ان دونوں واقعات میں اسلام قبول کرنے کے دوسرے محرکات بھی تھے جیسے یہودی یا دوسرے غیر مسلم علماء کی رسالتِ محمدی کے بارے میں بشارتیں، آپ کے بعض عادات وخصائل کا امتحان اور نشانیوں کی تصدیق وغیرہ لیکن اصلی چیز اسلام کا سچا پیغام اور آپ کی دعوت و تبلیغ تھی[۴۶] روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دو بدوی قبیلے — غفار اور اسلم — کے باقی نصف حصے بھی محض آپ کی ہجرت کی خبر سن کر اسلام میں داخل ہو گئے جب کہ ان کی نصف آبادی پہلے حضرت ابوذر غفاری اور ان کے ساتھی رفقاء کی دعوت و تبلیغ سے مسلمان ہو گئی تھی[۴۷]

مدینۂ منورہ میں قیام کے اولین زمانے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت و تبلیغ کے پرانے طریقہ یعنی شخصی ملاقاتوں اور نجی زیارتوں یا دوسرے الفاظ میں تبلیغی دوروں سے دعوتِ اسلامی پھیلانے کا کام لیا۔ اس کی زیادہ مثالیں تو نہیں ملتیں کیونکہ قدیم سیرت نگاروں کی زیادہ تر توجہ مدنی دور کے دوسرے اہم مسائل پر مرکوز رہی لیکن کہیں کہیں ان واقعات کا بھی حوالہ بلا واسطہ یا بالواسطہ آہی جاتا ہے اسی اولین زمانے کا واقعہ ہے کہ آپ حضرت سعد بن عبادہ کی عیادت و مزاج پرسی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیے جارہے تھے کہ راستے میں عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی اپنے رفقاء واحباب کے ساتھ مجلس جمائے بیٹھا تھا آپ نے ان کو سلام کرکے اسلام کی دعوت دی جو انھوں نے بڑی نخوت سے نامنظور کردی ۳۳؎

مہاجرین کی آبادکاری، تنظیم معاشرۂ اسلامی اور بعض دوسرے کاموں سے فراغت ہوئی تو آپ نے اسلامی تبلیغ ودعوت کے ساتھ ساتھ سیاسی اتحاد واتفاق کی غرض سے بعض جماعتیں صحابۂ کرام کی سرکردگی میں اور بعض اپنی کمان میں مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں آباد قبائل جیسے مزینۂ جہینہ، ضمرہ، مدلج وغیرہ کے علاقوں میں بھیجیں یا بنفس نفیس لے کر گئے۔ قدیم مورخین اور سیرت نگاروں نے ان تمام تبلیغی مساعی اور دعوتی نقل وحرکت کے لیے غزوات وسرایا کی اصطلاحیں استعمال کی ہیں جن کا جدید دور میں عام مفہوم جنگی مہموں کا دانستہ یا نادانستہ نکال لیا گیا۔ اس موضوع پر زیادہ بحث کرنے کی یہاں گنجائش نہیں لیکن چند موٹی موٹی شہادتیں بیان کردینے سے مسئلہ کی صورت اور نوعیت واضح ہوتی ہے۔ مثلاً قدیم مورخین وسیرت نگار بئر معونہ، رجیع کی تبلیغی جماعتوں اور حدیبیہ اور عمرۂ قضا اور حجۃ الوداع کی مذہبی نقل وحرکت کو بھی غزوات وسرایا ہی میں شمار کرتے ہیں۔ بہرحال ہجرت کے چھ ماہ بعد اور غزوۂ بدر سے قبل آپ نے کم از کم دس مہمیں یا جماعتیں مرتب کیں۔ ان میں سے نخلہ کے سریۂ عبداللہ بن جحش اور عسفان کے غزوۂ نبوی جیسے بعض اقدامات تو بلاشبہ فوجی نوعیت کے تھے یا حالات کے تحت فوجی بن گئے تھے لیکن زیادہ تر ابتدائی مہمیں تبلیغی نوعیت کی تھیں اور اسلام کی تبلیغ ودعوت کے لیے مرتب کی گئی تھیں۔ اولین مقصد یعنی قبولِ اسلام کے حاصل نہ ہونے کی صورت میں قرب وجوار کے قبائل سے سیاسی معاہدے کرلیے گئے تاکہ ان کو قریش مکہ کے اثرات سے آزاد کیا جاسکے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ ان تبلیغی وفود کی حیثیت بسا اوقات ریاست اسلامی کے سیاسی اور انتظامی سربراہ کی جانب سے کیے جانے والے اقدامات کی بھی ہوتی تھی ۳۴؎

جو غلط فہمی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی مہموں کی نوعیت کے بارے میں قدیم وجدید مورخوں اور سیرت نگاروں کو ہوئی وہی یا اس طرح کی غلط فہمی تمام سرایا اور غزوات کے بارے میں ساری دنیا کو ہوئی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہمیشہ ان کو فوجی مہموں اور جنگوں کی شکل میں سمجھا اور سمجھایا گیا۔ حالانکہ یہ حقیقت سب جانتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے سارے اقدامات کا مقصد دینِ مبین کی تبلیغ اور کلمۃ اللہ کی سرفرازی اور سربلندی ہوتا تھا۔ بدقسمتی سے ابھی تک آپ کے سرایا اور غزوات کا تجزیہ فوجی اور حربی نقطۂ نظر سے کیا گیا اور ان کو آپ کے دعوتی اقدامات اور تبلیغی مساعی کے پس منظر میں اور ان کے سلسلہ کی ایک اہم کڑی کے طور پر نہیں دیکھا گیا حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام سرایا اور غزوات آپ کے تبلیغی منصوبہ کے اہم اقدامات اور مراحل کی صورت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے تمام مبینہ فوجی اقدامات کے محرکات اور مقاصد دنیادار حکمرانوں اور سپہ سالاروں کی جنگی مہموں اور فوجی اقدامات سے قطعی مختلف تھے۔ بنیادی طور سے نبوی سرایا و غزوات کو تین حصوں میں ان کی ظاہری اور معنوی دونوں صورتوں کے لحاظ سے تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اول وہ سرایا و غزوات جو خالص تبلیغی اور دعوتی جماعتیں تھیں۔ دوم خالص مذہبی اور اسلامی سرگرمیاں تھیں اور سوم بظاہر فوجی مہمیں تھیں۔ دعوت و تبلیغ کے لحاظ سے ہم ان کا مختصر تجزیہ ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

غزوۂ بدر سے قبل کی دس ابتدائی مہموں کا مختصر جائزہ اوپر لیا جا چکا ہے۔ ان کے بارے میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن ان کے نتائج و مقاصد کے بارے میں یہ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بعض مستشرقین اور اسلام دشمن مورخوں نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ غالباً یہی زمانہ تھا اور یہی مہمیں تھیں جن کے نتیجہ میں مدینہ منورہ کے مغربی علاقوں کے بدوی قبائل نے اسلام قبول کیا تھا اور اسلامی ریاست کے حدود میں ضم ہو گئے تھے[شہ] دوسری تبلیغی مہموں میں سب سے اہم اور اولین سریہ بئر معونہ ہے۔ قبیلہ کلاب کا سردار ابو براء عامر بن مالک خدمت نبوی میں ۴ھ میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ چند لوگوں کو میرے ساتھ کر دیجئے کہ میری قوم کو اسلام کی دعوت دیں۔ آپ نے اس کی ضمانت پر ستر قرار ساتھ بھیج دئے جو بعد میں قبیلہ عصیہ، رعل، ذکوان وغیرہ کے دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہوئے[شہ] دوسری تبلیغی مہم رجیع کی تھی جو اسی سال عضل اور قارہ کے نو مسلموں کو اسلام کے احکام سکھانے اور قرآن مجید پڑھانے کے لیے بھیجی گئی تھی اور ظاہر ہے کہ وہ غیر مسلموں میں تبلیغ و دعوت کا فرض بھی ادا کرتی لیکن واقعہ بئر معونہ کی مانند اس کے دس مجاہدین، مبلغین اور معلمین کو راہِ حق میں شہید کر دیا گیا[شہ]۔ حضرات علاء بن حضرمی اور عمرو بن عاص سہمی کی دو مہمیں جو بالترتیب بحرین اور عمان کی مملکتوں میں تبلیغ دین کے لیے بھیجی گئی تھیں، پوری طرح سے کامیاب رہیں۔ حضرت خالد بن ولید مخزومی نے بنو الحارث بن کعب اور بنو جذیمہ کے دو قبیلوں میں دو مختلف مہموں کے دوران

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پوری کامیابی سے تبلیغ و دعوت کا کام کیا تھا۔ جبکہ حضرت علی بن ابی طالب کی مہم / سریہ نے ہمدان اور مذحج کے لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے دومۃ الجندل کی مہم میں بنو کلب کے آدھے حصہ کو اپنی دعوت و تبلیغ سے اسلام کے حلقہ میں داخل کر لیا تھا۔ طبری کا بیان ہے کہ اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری دنوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کم از کم آٹھ تبلیغی جماعتوں کو جزیرہ نمائے عرب کے مختلف علاقوں میں تبلیغ و دعوت کی خاطر بھیجا تھا یہ ان سرایا و غزوات کا ایک سرسری تجزیہ ہے جن کو فوجی مہم اور جنگی اقدام بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ اگر مفصل تجزیہ کیا جائے تو ایسی تبلیغی اور دعوتی جماعتوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہو سکتا ہے[۵۹]۔

مذہبی نوعیت کے سرایا و غزوات میں وہ تمام مہمیں شامل ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج و عمرہ کے لیے ترتیب دیں جیسے حدیبیہ، عمرۃ القضا اور حج ابو بکر صدیق اور حجۃ الوداع کی مہمیں یا سرایا اور غزوات یا وہ متعدد مہمیں جو آپ نے جزیرہ نمائے عرب کے مختلف علاقوں کے صنم کدوں کو مسمار کرنے کے لیے روانہ فرمائیں جیسے حضرت خالد کی مہم نخلہ، حضرت عمرو بن عاص کی مہم سواع، حضرت سعد بن زید کی مہم منات، حضرت ہشام بن عاص کی مہم یلیلم، حضرت خالد بن سعید کی مہم عرنہ، حضرت خالد بن سعید کی مہم عرنہ، حضرت علی کی مہم الفلس حضرات ابو سفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ کی مہم لات اور حضرت جریر بن عبداللہ کی مہم ذوالخلصہ وغیرہ[۶۰]۔ اگرچہ ان تمام مہموں کا مقصد بظاہر ان علاقوں کو بتخانوں سے پاک کرنا تھا لیکن حقیقت میں وہ اعلائے کلمۃ اللہ کی مساعی تھیں۔ ان کی تباہی اور بربادی کو دیکھ کر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ مثلاً نخلہ کے بت کدہ کے پروہت نے اپنے قومی صنم عزیٰ کی اور صنم قریش سواع کی بربادی اور بے چارگی مسلم امیروں کے ہاتھوں دیکھی تو وہ فوراً اسلام لے آئے۔ ایسے کئی واقعات کو تلاش کر کے بیان کیا جا سکتا ہے۔ علامہ شبلی نے غزوات و سرایا کے پانچ انواع و اسباب یا محرکات و مقاصد منتخب کیے ہیں جن میں سے پانچواں اشاعتِ اسلام ہے اور اس سرخی کے تحت انھوں نے چھ سات سرایا کا ذکر کیا ہے۔ ان میں بئر معونہ، رجیع کے علاوہ غزوۂ بنی لحیان، سریہ ابن ابی العوجا اور سریۂ کعب بن عمیر کے ساتھ ساتھ حضرت خالد بن ولید کے سریۂ بنی جذیمہ کے بارے میں صراحت کی ہے کہ وہ اشاعت اسلام کے لیے بھیجے گئے تھے اور ان کو قدیم مآخذ سے مدلل کیا ہے۔ فتح مکہ کے بعد شہر الٰہی کے ارد گرد کے علاقہ میں جو سرایا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھیجے گئے تھے وہ طبری کی صراحت کے مطابق صرف دعوتِ حق دینے کے لیے بھیجے گئے تھے نہ کہ جنگ وجدال کے لیے[۸۳]

سرایا وغزواتِ نبوی کے سلسلہ میں اگر ایک بنیادی حقیقت نگاہوں کے سامنے رہے تو نہ صرف ان کی صحیح مذہبی نوعیت اجاگر رہے بلکہ ان کے تبلیغی اور دعوتی پہلو اور مقاصد بھی واضح رہیں۔ اشاعتِ اسلام کی خالص تبلیغی مہمات اور دوسرے مذہبی سرایا وغزوات کے علاوہ جو خالص فوجی مہمیں اور جنگیں سمجھی جاتی ہیں ان میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت وتبلیغ کے اولین فریضہ کو سب پر مقدم رکھا۔ آپ کا غیر مبدل اصول تھا کہ غزوات میں فوجی کارروائی شروع کرنے سے قبل فریق مخالف کو اسلام کی دعوت ضرور دیتے تھے اور سرایا میں ان کے امراء کو بھی حکم دیتے تھے کہ وہ پہلے اسلام پیش کریں، پھر صلح وجزیہ کی تجویز رکھیں اور آخر میں جب کوئی چارہ نہ رہ جائے تو جنگ کریں۔ جنگِ بدر سے قبل آپ کی دعوتِ اسلام کا ذکر عام طور سے نہیں ملتا ہے لیکن عدم ذکر اصولِ نبوی سے انحراف کو مستلزم بھی نہیں ہے[۸۴] غزوۂ قینقاع سے قبل آپ نے یہودیوں کو اسلام لانے کی بڑی دردمندانہ دعوت دی تھی[۸۵] اور دوسرے غزوات میں بھی یہی آپ کا طریق کار رہا تھا۔ اسی طرح سرایا میں بھی آپ امرائے لشکر کو تبلیغ اسلام کرنے کا حکم دیتے تھے۔ مثلاً بنو کلب کے خلاف حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی مہم میں ان کو پہلے اسلام کی دعوت دینے کا حکم دیا تھا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دعوت وتبلیغ سے متاثر ہو کر نصف قبیلہ مسلمان ہو گیا تھا۔ سریۂ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ کو بھی آپ نے یہی حکم دیا تھا کہ "پہلے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا"۔ یہ چند مثالیں ہیں ورنہ یہ آپ کا اصول تھا کہ اسلامی دعوت اور دین کی تبلیغ کو ہر کارروائی سے پہلے اور ہر اقدام سے قبل مقدم رکھتے تھے[۸۶]

خالص جنگی اقدامات کے دوران بھی آپ تبلیغ ودعوت کے واضح اور براہ راست طریق کو کبھی نظر انداز نہ فرماتے تھے مثال کے طور پر آپ کا ایک طریق کار یہ بھی تھا کہ اسلامی فوج میں کسی غیر مسلم کو شرکت اور تعاون کی اجازت نہ دیتے تھے۔ "بدر کے راستہ میں مقام حرۃ الوبرہ میں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا جس کی ہمت اور شجاعت کا شہرہ تھا اس نے اپنی فوجی امداد وتعاون کی پیشکش کی مگر آپ نے اس لیے قبول نہیں کیا کہ وہ مشرک تھا۔ دو بار ایسا ہوا آخر کار تیسری بار وہ مقام بیداء پر ملا اور اسلام لے آیا اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شریک جنگ ہوا۔ غزوۂ احد سے قبل مدینہ کے ایک صاحب جائداد اور عالم یہودی حضرت مخیریق نے اسلام قبول کیا اور غزوہ میں لڑ کر جان دی اور شہید ہوئے[88] دوران جنگ ایک شخص آپ کے پاس مسلح ہو کر آیا اس نے لڑنے کی اجازت مانگی آپ نے اسلام قبول کرنے کی شرط رکھی۔ وہ مسلمان ہوا اور پھر شہید[89] فتح مکہ سے قبل حضرت ابو سفیان بن حرب اموی کا قبول اسلام[90] اور غزوۂ طائف کے دوران ثقیف کے متعدد غلاموں کا اظہارِ دین آپ کے اسی حکیمانہ اصولِ تبلیغ و دعوتِ دین کا نتیجہ تھا[91] تبلیغ و دعوت کے اس عظیم طریقہ کی مثالیں بہت ملتی ہیں۔ ان تمام مثالوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر غیر مسلموں پر دینِ اسلام کی حقانیت ثابت کر دی جائے تو وہ پھر بہت سی مصالح اور مشکلات کے باوجود قبولِ اسلام سے زیادہ دن دور نہیں رہ سکتے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ان خالص فوجی اور جنگی کارروائیوں سے ان پر حق واضح کر دیا تھا اور ان میں سے جو عصبیتِ جاہلیہ کے اندھیرے سے نکل آئے وہ اسلام سے مشرف ہوئے۔

اسی طرح اگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے اصولِ جنگ کو بخوبی سمجھ لیا جائے تو غزوات و سرایا کے دعوتی پہلو بھی بخوبی سمجھ میں آجائیں گے اور عہدِ نبوی میں تیزی سے قبولِ اسلام کے اسباب و رفتار بھی۔ آپ کا ایک اور غیر مبدل اصول اور ناقابلِ تنسیخ سنت یہ تھی کہ آپ قوت و طاقت کے ذریعہ معاندین و مخالفین کی اسلام مخالف طاقت ضرور توڑنا چاہتے تھے مگر اسلام کے منکرین اور اپنے دشمنوں کو ختم کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ ان کے دل جیت کر ان کو فلاح و صلاح کا راستہ دکھانا چاہتے تھے[92] یہی سبب ہے کہ طاقت کے استعمال کے بعد آپ نے طرح طرح سے مغلوب دشمن کی تالیفِ قلب فرمائی اور ان کو براہِ راست یا بالواسطہ دین کی طرف بلایا۔ بدر میں گرفتار شدہ قریشی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک اور زرِ فدیہ کے عوض یا بلا قیمت ان کی آزادی[93] غزوۂ مریسیع کے بعد بنو مصطلق کے سردار کی بیٹی سے شادی کر کے ان کے قیدیوں کی آزادی اور مال کی واپسی[94] فتح مکہ کے بعد طاقت کے باوجود خون خرابہ سے احتراز اور اکابرِ قریش اور دشمنانِ مکہ کی نہ صرف معافی بلکہ ان کا اعزاز و اکرام اور ان کے ساتھ بے پایاں حسنِ سلوک[95] غزوۂ حنین کے ہزارہا افراد کی قید سے بلا عوض اور کریمانہ آزادی[96] طائف کے لوگوں پر رحم و کرم اور ان کے خلاف فوجی اقدام سے گریز[97] مختلف غزوات میں نہ صرف قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور مغلوبوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساتھ کرم گستری بلکہ مفرورین کے لیے عفو و درگذری کا اعلان اور نہ جانے کتنے ہی ایسے اقدامات تھے جن کے سبب فتوحات کے بعد تلوار کے سایہ میں اسلام پھیلا۔ کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا سایہ سایۂ رحمت تھا، سایۂ جبر و اکراہ اور ظلِ ظلم و ستم نہیں تھا غزوات و سرایا کے اسی پہلو نے نہ صرف دہ سالہ فوجی اقدامات اور جنگی کارروائیوں میں قتل و خوں ریزی کی سطح بہت نیچی رکھی[۹۹] بلکہ ان کو دعوت و تبلیغ کا ایک موثر طریق نبوی بنانے میں بھی مدد دی۔

یہاں ایک اور اہم حقیقت سمجھ لینی ضروری ہے۔ اسلام میں، جیسا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بھی واضح ہوتا ہے فوجی قوت، معاشرتی طاقت اور سیاسی سطوت کا حصول ضروری ہے کہ اسلام کا کلی نفاذ ان کے بغیر ممکن نہیں لیکن وہ بجائے خود ضروری یا مقصود نہیں ہیں۔ وہ سب محض ذرائع اور وسائل ہیں جن کو اسلام کی چاکری میں لگانا ناگزیر ہے۔ ان کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ غیر مسلموں تک اسلام کی دعوت پہونچائی جائے اور اس تبلیغ و دعوت میں ان فوجی، سیاسی اور معاشرتی اسباب و ذرائع سے کام تو لیا جائے مگر کسی کو بھی اسلام کی دعوت قبول کرنے پر کسی طرح مجبور نہ کیا جائے۔ البتہ مسلمانوں میں اسلامی اصول و تعلیمات کے نفاذ کے لیے ناگزیر صورتوں میں جبر و اکراہ کا حربہ اور ذریعہ استعمال کیا جا سکتا ہے اور وہ بھی تمام پر امن اور تبلیغی ذرائع کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام تر فوجی، سیاسی، سماجی اور اقتصادی قوتوں کو اسلام اور دینِ حق کی تبلیغ کے لیے وقف کیا اور ان سب کو حتیٰ کہ پوری ریاست و حکومتِ اسلامی کو دعوتِ دین کے کام میں لگا دیا۔

اسی سلسلۂ غزوات و سرایا میں صلحِ حدیبیہ کا تاریخ ساز اور عہد آفریں واقعہ پیش آیا جس کو اللہ تعالیٰ نے خاص اپنی عطا کردہ فتحِ مبین قرار دیا ہے[۱۰۰] اور ستم ظریفی یہ ہے کہ اسی واقعہ سے موجودہ دور کے مسلمانوں کو انفعالیت اور مجہولیت کا سبق پڑھایا جا رہا ہے[۱۰۱]۔ ہمارے قدیم و جدید سیرت نگاروں اور مورخوں نے حدیبیہ کی فتحِ مبین کے پہلوؤں اور مضمرات پر خوب بحثیں کی ہیں[۱۰۲] دوسرے مضمرات و امکانات سے قطعِ نظر صلحِ حدیبیہ کا جائزہ اور تجزیہ اسلامی دعوت و تبلیغ کے زاویہ سے لینا یہاں مقصود ہے کہ ہمارے خیال میں وہی اہم ترین اور تاریخ ساز ہے۔ اس صلح سے اس فوجی آویزش اور سیاسی کش مکش کا تو خاتمہ ہوا ہی جو قریشِ مکہ کے بعض جنگجو اور دشمن امن و امان اور عدوِ سلامتی و اسلام نے برپا کی تھی، ساتھ ہی مصالحانہ میل جول اور برادرانہ ملاقات کا دور شروع ہوا جو علانیہ دعوتِ اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے بعد قریشی جارحیت اور تعذیب کے بعد سے عنقا ہو چکا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کی شرائط میں قریشی غرور اور ملکی سیادت کی شکست تو دیکھ ہی لی تھی آپ کی دور اندیش فہم نے اس عمدہ فضا اور مناسب ماحول کا ادراک بھی کر لیا تھا جو قریشی اکابر و عوام کو اسلام کے قریب لا سکتا تھا۔ دراصل عداوت و مخاصمت کی فضا نے قریشی شیوخ و عوام کی آنکھوں پر پردے ڈال دئے تھے اور وہ اسلام کو سمجھنے کی کوشش ہی نہ کرتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد جوں ہی یہ معاندانہ روش دور ہوئی تو انھوں نے اسلام کی دعوت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغامبری کو سمجھنے کی کوشش کی اور اس کا لازمی اور واحد نتیجہ یہ نکلا کہ انھوں نے اسلام کے حلقے میں داخل ہونے میں دیر نہیں لگائی۔ حضرات خالد بن ولید مخزومی، عمرو بن عاص سہمی، عثمان بن طلحہ عبدری، معاویہ بن ابی سفیان اموی اور نہ جانے کتنے دوسرے قریشی اکابر اسی عہد ساز واقعہ کے بعد اسلام لائے تھے[۱۳] ان کے قبولِ اسلام کے محرکات و عوامل کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ نے افہام و تفہیم اسلام کا وہ باب کھولا تھا جو باہمی مناقشت نے مدتوں سے بند کر رکھا تھا۔ امام زہری نے اسی حقیقت کو یوں بیان کیا تھا: "اسلام میں اس سے بڑی اور کوئی فتح پہلے نہیں ہوئی۔ جب بھی لوگ ملتے جنگ ہوتی، لیکن جب صلح و آشتی ہوئی اور جنگ جوئی ختم ہوئی اور لوگوں کو ایک دوسرے سے امن محسوس ہوا تو جب بھی ملتے گفتگو اور بحث و مباحثہ کرتے اور جو بھی اسلام کے بارے میں سمجھ بوجھ کر گفتگو کرتا وہ اس کا حلقہ بگوش ہو جاتا۔ ان دو برسوں (صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے بیچ) میں اسلام میں اتنے لوگ داخل ہوئے جتنے کہ اس سے پہلے تھے یا اس سے بھی زیادہ"[۱۴] صلح حدیبیہ دراصل رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ کا ایک انتہائی موثر طریقہ تھا۔

اسلامی دعوت و تبلیغ کا ایک اہم ترین مرحلہ سلسلۂ غزوات و سرایا کے خاتمہ کے قریب فتح مکہ کی صورت میں نظر آیا۔ دس ہزار کے مسلح و آراستہ لشکر جرار کے ساتھ آپ نے اپنے سابقہ وطن اور عرب کے عظیم ترین شہر و مرکز کفر و عناد پر بزور شمشیر قبضہ کیا تو قریش کے اکابر و عوام سب آپ کے رحم و کرم پر تھے۔ آپ چاہتے تو ان کو کچل کر خاک میں ملا سکتے تھے لیکن آپ نے نہ صرف اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا بلکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کو اپنے گلے لگا لیا۔ یہ آپ کے اصول جنگ و امن کا نتیجہ تھا کہ آپ مغلوب و مجبور دشمن سے انتقام لینا نہیں چاہتے تھے بلکہ ان کو اسلام کا فدائی اور شیدائی بنانا پسند کرتے تھے۔ آپ کے رحم و کرم کے عدیم المثال مظاہرہ اور دعوت پر پورا مکہ مسلمان ہو گیا اور اس خلوص دل اور سرشاری کے ساتھ مسلمان ہوا کہ اگلے ماہ حنین کے میدان میں وہ اسلام کے پرچم تلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امارت و قیادت میں ہوازن و ثقیف سے اسلام اور اللہ کے دین کے لیے نبرد آزما تھا حالانکہ وہ قریش اور مکہ کے اکابر کے قریبی عزیز و رشتہ دار تھے۔ فتح مکہ کی بشارت و پیش گوئی دراصل صلح حدیبیہ کی فتح مبین میں دے دی گئی تھی اور پھر اس واقعہ کے بعد مکہ ہی فتح نہیں ہوا بلکہ پورا عرب اسلام قبول کرنے کے لیے دوڑ پڑا۔ سیرت نگاروں اور مورخوں کا بیان ہے کہ جب سے قریش مکہ اور مسلمانانِ مدینہ کے درمیان سیاسی کشمکش اور فوجی آویزش شروع ہوئی تھی، پورا عرب اس پر نظر جمائے بیٹھا تھا کہ کس کی فتح ہوتی ہے اور اسلام کی فتح مبین دیکھ کر لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو گئے جیسا کہ شہادت الٰہی ہے یہ محض اسلام کی سیاسی قوت اور فوجی طاقت کے آگے خود دار عربوں کی سپردگی نہ تھی کیونکہ وہ دیکھ چکے تھے اور تجربہ کر چکے تھے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو بھی اسلام میں داخل کرنے کے لیے جبر و اکراہ سے کام نہیں لیتے اور اسلام نے ان کے لیے جزیہ اور صلح جویانہ زندگی کا متبادل برقرار رکھا تھا۔ متعدد ایسے قبائل، طبقات اور گروہ تھے اور بہت سے افراد بھی تھے جو شرحِ صدر نہ ہونے کے سبب اسلام میں فوراً داخل نہ ہوئے بلکہ کچھ مدت کے بعد جب ان کو پوری طرح یقین ہو گیا تو حلقہ بگوش بنے[۱۲۳]

اگرچہ غزوات و سرایا کے ضمن میں دعوتِ نبوی کی بعض مثالیں گذر چکی ہیں تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تلواروں کی چھاؤں میں بھی دعوت و تبلیغ پیش کرنے اور اسلام قبول کرنے کی چند اور مثالیں پیش کی جائیں۔ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے نزدیک بنیادی کام اسلام کی دعوت و تبلیغ تھی۔ مشہور واقعہ ہے کہ ۷ھ میں غزوہ ذات الرقاع سے واپسی پر بنو محارب کا مشہور سردار دعثور بن حارث اچانک آدھمکا اور آپ کی تلوار درخت سے اتار کر پوچھا کہ آپ کو کون بچائے گا۔ آپ کے صبر و عزم سے بھرے ہوئے جواب سے کہ اللہ بچائے گا۔ وہ دم بخود رہ گیا اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تلوار آپ نے لے لی اور اس کو معاف کر دیا وہ آپ کے طریقہ اور رحم و کرم سے متاثر ہو چکا تھا کہ آپ کی دعوت نے اس کو اللہ کا بندۂ مومن بنا دیا اور نہ صرف وہ مسلم ہوئے بلکہ اپنے قبیلہ میں اسلام کے داعی بن کر پہونچے اور اسلام کی ایسی سرفروشانہ تبلیغ کی کہ بہت سے لوگ ان کے ہاتھ پر مومن بن گئے[۱۰۷] اسی طرح بنو حنیفہ کے ایک سردار ثمامہ بن اثال حنفی مسلمانوں کی قید میں آئے لیکن آپ نے ان کو رہا کر دیا اور پھر وہ اسلام کے شیدائی اور مبلغ تھے[۱۰۸] ۶ھ/۶۲۸ء میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے داماد حضرت ابوالعاص بن ربیع عبد شمسی سریۂ زید بن حارثہ (سریۂ عیص) میں گرفتار ہوئے یا از خود مدینہ منورہ پہونچے آپ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ ان کا مال جو دراصل اہلِ مکہ کا تجارتی مال تھا واپس کر دیا۔ وہ اس سے اتنے متاثر ہوئے کہ مکہ مکرمہ جا کر سب کا مال واپس کیا اور خود مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا[۱۰۹]۔ عفوِ نبوی کا ایک اور ایسا ہی دلگداز واقعہ ہے کہ ایک اعرابی آپ پر حملہ کرنے کی نیت سے مدینہ آیا جس کو ابوسفیان اموی نے مکہ مکرمہ سے اسی غرض سے بھیجا تھا لیکن آپ نے اس کے ارادہ اور نیت کو جاننے کے باوجود معاف کر دیا اور عفو نبوی نے اس کو آپ کی سچائی کا یقین دلا دیا اور وہ مسلمان ہو گیا[۱۱۰]۔ تبلیغ و دعوتِ اسلام کا جو عظیم ترین اور بے مثال اصول و طریقۂ نبوی غزوات و جنگوں کے ضمن میں نظر آتا ہے وہ حضرت اسامہ بن زید کے واقعہ سے متعلق ہے۔ ایک سریہ میں جنگ کرتے وقت حضرت اسامہ نے ایک دشمن پر تلوار اٹھائی ہی تھی کہ اس نے کلمہ پڑھ لیا لیکن حضرت اسامہ نے اسے خوف پر محمول کر کے تلوار نہیں روکی جبکہ ان کے ایک شریک غازی انصاری نے روک لی تھی۔ واپسی پر حضرت اسامہ کو سخت ترین غصۂ نبوی کا سامنا کرنا پڑا اور آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا[۱۱۱]۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اپنی فوجی قوت اور عسکری سطوت کو دعوت و تبلیغ کا ذریعہ بنایا تھا اسی طرح اپنی سیاسی طاقت اور انتظامی شہامت کو بھی اسلام کی چاکری اور اللہ کا دین پھیلانے میں لگایا تھا۔ عام طور سے سیرت نگارانِ نبوی اور مورخینِ اسلام یہ بیان کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے مابعد آپ نے شاہانِ عرب اور شیوخِ قبائل کے ساتھ ساتھ قرب و جوار کے تمام ملکوں کے حکمرانوں اور سلاطین کو بھی اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے خطوط لکھے۔ ان کے عمومی بیانات سے یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ صرف ۷ھ/۶۲۹ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے اوائل ہی میں آپ نے ان کو دعوتِ اسلام دینے کا فریضہ انجام دے دیا اور پھر کبھی ان کو دعوت نہ دی۔ یہ تاثر صحیح نہیں ہے اور نہ ہی یہ تاثر یا عمومی انداز بیان کہ آپ نے ۷ھ/۶۲۹ء سے قبل خطوط و مکاتیب کے ذریعہ اسلام کی دعوت نہیں دی۔[۱۱] اس مرحلۂ دعوت کی اہمیت یہ ہے کہ اس برس آپ نے سب سے زیادہ خطوط ارسال فرمائے اور خاص طور سے قرب وجوار کے سلاطین کے نام دعوت نامے بھیجے اس لیے یہ سال ذکر خاص کا موضوع بن گیا ورنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط و فرامین کا تجزیہ بتاتا ہے کہ مدنی دورِ حیات کا بیشتر حصہ خاص کر غزوۂ خندق کے بعد کا زمانہ مراسلاتی دعوت و مکاتیبی تبلیغ کا بھی زمانہ ہے۔[۱۲]

مکاتیب کے ذریعہ اسلامی دعوت و تبلیغ کو ہم دو حصوں میں بالعموم تقسیم کرتے ہیں۔ اول وہ خطوطِ نبوی جو غیر ملکی حکمرانوں اور شہنشاہوں کے نام لکھے گئے اور دوم وہ خطوطِ نبوی جو عرب کے مختلف حکمرانوں/شاہوں (اقیال) اور قبائلی سرداروں کے نام بھیجے گئے۔ لیکن ایک تیسری تقسیم بھی کرنی چاہیے اور اس میں ان فرامین اور مکاتیب نبوی کو شامل کرنا چاہیے جو جزیرہ نمائے عرب کے مختلف طبقات، قبائل اور بطون کو مخاطب کر کے لکھے اور ان کی طرف بھیجے گئے تھے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان مکاتیب و مراسلات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مختلف مخاطبوں کو اسلام کی دعوت دی تھی لیکن ان کے مختصر تجزیہ سے آپ کے طریقۂ دلنواز کا بھی پتہ چلے گا۔

قیصر روم/رومی/بازنطینی سلطنت کے حکمراں کو آپ نے جو دعوت دی اس کے الفاظ مبارک تھے:

من محمد عبد الله و	اللہ کے بندے اور رسول محمد کی جانب
رسوله الی هرقل عظیم الروم	سے روم کے حکمراں ہرقل کے نام سلامتی
سلام علی من اتبع الهدیٰ	ہو ان پر جو ہدایت کی پیروی کریں۔ حمد و
اما بعد - فانی ادعوك بدعایة	دعا کے بعد میں تم کو اسلام کی دعوت
الاسلام - اسلم تسلم - یؤتك	دیتا ہوں۔ اسلام لے آؤ محفوظ رہو گے
الله اجرك مرتین - فان	اللہ تعالیٰ تم کو تمہارا اجر دوبار (دوگنا)
تولیت فان علیك اثم	عطا کرے گا۔ اگر تم منہ پھیرو گے تو رومیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الیولیسین ۔ (ملک کے لوگوں) کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا ۔

آپ نے اس خط کا خاتمہ سورہ آل عمران کی آیت ۶۴ پر کیا تھا جو اہلِ کتاب کو مسلمانوں کے ساتھ توحیدِ الٰہی میں اشتراک کی دعوت دیتی ہے ۔ دوسری عظیم ترین سلطنت کے شہنشاہ کسریٰ ایران کو آپ نے جو دعوت نامہ بھیجا تھا اس کے الفاظ مختلف ہیں کہ وہ اور اس کی قوم کافر تھی :۔

من محمد رسول الله الیٰ کسریٰ عظیم فارس سلام علیٰ من اتبع الهدیٰ و اٰمن بالله و رسوله وشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریك له و ان محمد عبده و رسوله ۔ ادعوك بدعایة الله عزوجل فانی انا رسول الله الی الناس کلهم لانذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین اسلم تسلم فان تولیت فعلیك اثم المجوس ۔

اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے فارس کے حکمراں کسریٰ کے نام اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور وہ اکیلا اور بلا شریک ہے، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں ۔ میں تم کو اللہ عزوجل کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں کہ میں تمام انسانوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں ۔ تاکہ جو زندہ ہے اس کو باخبر کروں اور کافروں پر حجت تمام ہو جائے ۔ اسلام لے آؤ تو محفوظ و سلامت رہو گے ۔ اگر تم روگردانی کرو گے تو تمام مجوسیوں کا گناہ بھی تم پر ہوگا ۔

وقت کی تیسری عظیم حکومت حبشہ کی تھی اور اس کے حکمراں نجاشی کو بھی آپ نے دعوتِ اسلام دینے کے لیے خط لکھا اس کا مضمون قطعی مختلف ہے ۔ اللہ کی حمد کے بعد آپ نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں اسلامی عقیدہ بیان کر کے اللہ واحد کی طرف بلایا تھا اور اپنی اطاعت کی طرف نہ صرف اس کو بلکہ اس کی فوجوں کو بھی دعوت دی اور اپنی نصیحت و تبلیغ کا اتمام کرنے کے ساتھ اسے قبول کرنے کی ہدایت کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھی۔ مصر کے حکمراں مقوقس کے نام آپ نے جو نامۂ مبارک لکھا اس کا مضمون ہرقل کے نام آپ کے نامہ کے مضمون سے پوری طرح ملتا جلتا ہے۔ زیریں شام کے حکمراں حارث غسانی کے نام آپ نے جو دعوتی خط لکھا اس میں آپ نے اس کو اللہ واحد پر ایمان لانے کی دعوت دی تھی اور ساتھ ہی اس کی حکومت و ملک باقی رہنے کی ضمانت بھی دی تھی۔ دوسرے غیر ملکی حکمرانوں میں آپ نے ایلہ کے اسقف اور باشندوں؛ فروہ بن عمرو بن جذامی عامل معان، حارث بن ابی شمر غسانی حاکم زیریں شام، جبلہ بن ایہم غسانی حاکم غسان، قبیلہ جذس/لخم اور زیاد بن جمہور لخمی، ہرمزان عامل کسریٰ، نفاثہ بن فروہ ذیلی شاہ سماوہ (عراق) وغیرہ کو دعوتی مکاتیب لکھے تھے۔ اس ضمن میں امام مسلم کی ایک روایت بہت اہم ہے جس کے مطابق آپ نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی کے علاوہ ہر غیر مسلم (جبار) حاکم کو دعوتی خطوط بھیجے تھے۔[۱۱۳]

ملکی حکمرانوں میں سے آپ نے بحرین کے حکمراں منذر بن ساویٰ، عمان کے دو حکمرانوں جیفر بن جُلندیٰ اور عبد بن جلندیٰ، یمامہ کے سردار و رئیس ہوذہ بن علی، زود اور مران کے حکمرانوں، شاہِ حمیر، یمامہ کے دوسرے سردار مسیلمہ کذاب، کلاع اور ظلیم کے شیوخ وغیرہ متعدد حکمرانوں اور شاہوں کے نام آپ نے وقتاً فوقتاً دعوت نامے بھیجے تھے جن میں ان کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ جن قبائل و طبقات کو آپ نے مجموعی طور سے اسلام کی دعوت دی تھی ان میں طائف کے ثقیف، شمال مشرقی سرحد کے بنو بکر بن وائل نجران کے عیسائی/نصاریٰ بالخصوص ان کے ضغاطر الاسقف (عظیم ترین پوپ/پادری) بنو کلیب اور ان کے حلفاء بنو عامر بن صعصعہ بنو صیداء/اسد اور بنو ویل، بنو حارثہ بن قریظ، بنو تمیم، اشجع اور بجیلہ، حضرموت، وغیرہ متعدد قبائلِ یمن شامل تھے۔ ان تمام دعوت ناموں کے ساتھ آپ کے سفیرانِ محترم بھی گئے تھے جو اسلام کے مبلغین اور دعاۃ تھے کہ انھوں نے مخاطبین کی درخواست پر یا از خود ان کے سامنے اسلام کی دعوت اپنے الفاظ و کردار میں پیش کی تھی۔ جیسا کہ حضرات دحیہ کلبی، عمرو بن امیہ ضمری وغیرہ کی تقاریر سے ظاہر ہوتا ہے۔ معان کے رومی والی فروہ بن عمرو جذامی نے آپ کے خط مبارک کے وصول ہونے پر ہی اسلام قبول کیا تھا۔[۱۱۴]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دعوتی مراسلات اور تبلیغی مکاتیب کو از حد کامیابی ملی تھی۔ غیر ملکی حکمرانوں میں سے ایران کے خسرو پرویز اور زیریں شام کے حارث

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غسانی کے سوا سب نے اسلام کی حقانیت تسلیم کرلی تھی اور شاہِ نجاشی نے تو اسلام بھی قبول کرلیا تھا۔ شہنشاہِ روم اور شاہِ مصر نے حق کو جاننے کے باوجود محض دنیاوی مصالح سے اسلام نہیں قبول کیا لیکن دعوتِ حق کا اعتراف کیا۔ غیر ملکی سلاطین کے بالمقابل ملکی اور عربی سلاطین اور حکمرانوں نے نسبتاً زیادہ تعداد میں اسلام قبول کیا تھا۔ مسیلمہ کذاب اور ایک آدھ اور شیخ و قبیلہ کے سوا باقی سب نے اسلام قبول کرلیا تھا اور ان کے لوگوں/ قبائل نے بھی دعوتِ حق مان لی تھی۔ مآخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ان دعوتی خطوط و فرامین کا سلسلہ تاآخر جاری رہا۔ ان خطوطِ نبوی نے پورے جزیرۂ نمائے عرب کے گوشہ گوشہ میں اسلام کی دعوت پہونچادی تھی جہاں شخصی زیارتوں اور نجی ملاقاتوں کے ذریعہ اس کو پہونچانا خاص کر مواصلات اور رسل و رسائل کے ذرائع کی عدم موجودگی میں بہت مشکل بلکہ ناممکن تھا۔

فوجی طاقت اور سیاسی قوت کو اسلام کی دعوت میں لگانے کے ساتھ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انتظامیہ کو خواہ وہ مرکزی ہو یا صوبائی یا مقامی اور اس کے عمال و کارکنان کو بھی اسلامی دعوت و تبلیغ کا کام سونپا تھا بلکہ اس کو ان کا اولین فرض قرار دیا تھا۔ امرائے سرایا کی مانند رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گورنروں، والیوں اور مرکزی منتظموں کو بھی دوسرے فرائضِ منصبی اور واجباتِ انتظامی کے ساتھ ساتھ اس کا بھی پابند کیا تھا کہ وہ اپنے علاقہ کے لوگوں میں اسلام کی دعوت پھیلائیں اور جو لوگ اس کو بخوشی قبول کریں ان کی اسلامی تعلیم اور دینی تربیت کا بندوبست کریں بلکہ خود بھی ان مذہبی فرائض و واجبات کو پوری تندہی سے انجام دیں۔ حضرت معاذ بن جبل خزرجی کو جب آپ نے پورے جنوبی عرب کا گورنر جنرل بناکر بھیجا تو ہدایت فرمائی کہ تم اہلِ کتاب کی ایسی قوم کے پاس جارہے ہو جو تم سے جنت کی کنجی کے بارے میں پوچھیں گے؟ تو ان سے کہنا کہ اللہ وحدہ لاشریک کی گواہی کلیدِ جنت ہے۔ طبری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذ کو غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ اور مسلموں کو دین کی تعلیم کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اپنے اعمال (زیر نگیں علاقوں) میں گھوم گھوم کر اللہ کے دین کی طرف لوگوں کو بلاتے اور مسلمانوں کو دینی تعلیم و تربیت دیتے تھے اور یہ ان کا اہم ترین فرضِ منصبی تھا۔ یمن ہی کے دو اور والیوں حضرت خالد بن ولید مخزومی اور حضرت علی بن ابی طالب ہاشمی کو رسولِ اکرم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے اسلام کی دعوت دینے اور اسلام قبول کرنے والوں کی دینی تربیت دینے کی ہدایت کی تھی خوش قسمتی سے دونوں حضرات نے اسلام کی تبلیغ کامیابی کے ساتھ کی اور کافی مدت تک ٹھہر کر ان کو اسلام کے ارکان، فرائض، اخلاق اور دوسری تعلیمات سے آراستہ و پیراستہ کرنے میں بھی کامیابی پائی[۱۱۸]۔ یمن کے دوسرے گورنروں جیسے حضرت عمرو بن حزم خزرجی، حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت زیاد بن لبید بیاضی وغیرہ کو اول اول اسلام کی تبلیغ کا حکم دیا گیا تھا اور انھوں نے اس پر پوری طرح عمل کیا تھا[۱۱۹]۔ اسی طرح مقامی منتظمین، شیوخِ قبائل اور دوسرے افسرانِ انتظامیہ کا بھی اولین فرض دعوت و تبلیغ دین ہی تھا۔ اور اس کے بعد دوسرے فرائض آتے تھے۔ یہ دعویٰ بلا خوف تردید کیا جا سکتا ہے کہ عمالِ نبوی نے اپنے دعوتی اور تبلیغی فرائض بڑے خلوص، گہرے جذبے اور پوری تندہی سے انجام دیئے تھے[۱۲۰]۔

حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کو جو ہدایات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن اور اس کے مختلف علاقوں پر حاکم بناتے وقت دی تھیں وہ اسلامی دعوت اور تبلیغ دین کے رہنما خطوط اور سنہری اصول ہیں۔ آپ نے ان سے فرمایا تھا: "سہولت سے کام کرنا، سخت گیری نہ کرنا۔ لوگوں کو خوشخبری سنانا، نفرت نہ دلانا۔ دونوں مل کر کام کرنا۔ تم کو ایسے لوگ ملیں گے جو پہلے سے کوئی مذہب رکھتے ہوں گے، جب ان کے ہاں پہونچنا تو پہلے ان کو توحید اور رسالت کی دعوت دینا، جب وہ اس کو تسلیم کریں تو کہنا کہ اللہ نے تم پر روز و شب میں پانچ وقت کی نماز بھی فرض کی ہے۔ جب یہ بھی مان لیں تو ان کو سمجھانا کہ تم پر زکوٰۃ بھی واجب ہے۔ تم میں جو امیر ہوں ان سے لے کر جو غریب ہیں ان کو دے دی جائے گی دیکھو جب وہ زکوٰۃ دینا منظور کریں تو چن کر اچھی چیزیں نہ لے لینا۔ مظلوموں کی بددعا سے ڈرتے رہنا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں۔"[۱۲۱] اس ہدایت نبوی اور دعوتِ اسلامی کو صحابۂ کرام خاص کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمال نے کس ایمانداری سے لوگوں تک پہونچایا تھا اس کا اندازہ امام مسلم کی ایک روایت سے ہوتا ہے جس کے مطابق ایک اعرابی آپ کی خدمت میں پہونچا اور عرض پرداز ہوا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا قاصد (رسول) ہمارے پاس پہونچا اور اس نے ہم سے کہا کہ آپ کا خیال ہے کہ اللہ نے آپ کو رسول بنایا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس نے سچ کہا۔ اعرابی نے اس کے بعد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ سے چند سوالات آسمان، پہاڑوں وغیرہ کی تخلیق کے بارے میں کیے اور پھر قاصد نبوی اور داعی اسلامی کی تعلیمات جو ارکان اربعہ سے متعلق تھیں ان کی آپ سے تصدیق چاہی اور جب آپ نے تصدیق کردی تو اُس نے کہا کہ وہ ان سے نہ زیادہ نہ کم عمل کرے گا آپ نے اس کو جنت کی بشارت دی۔[۱۲۲] اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مبلغین نے اسلام کی تبلیغ و دعوت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کہ موعظت حسنہ اور طریق احسن سے دعوت دی جائے اور ہدایاتِ نبوی کہ دعوت میں نرمی اور مہربانی سے کام لیا جائے پر پوری طرح عمل کیا تھا۔ اس کے علاوہ ان کے ولولہ، جوش، خلوص اور لگاتار اور سخت محنت نے بھی اسلام کی اشاعت میں کافی مدد کی تھی۔ جیسا کہ متعدد واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔[۱۲۳]

صلح حدیبیہ کے مضمر اور زریں اثرات، فتح مکہ کے سیاسی اور فوجی نتائج اور نبوی عمال و ولاۃ اور امراء و کارکنان کی مخلصانہ مساعی کے نتیجہ میں مختلف اوقات میں جزیرہ نمائے عرب کے مختلف علاقوں میں آباد و منتشر قبائل و طبقات نے مدینہ منورہ پہونچ کر اسلامی ریاست سے وفاداری اور اطاعت کا حلف لیا اور ان کی غالب اکثریت نے آپ کی دعوت پر یا آپ کے داعیوں کی دعوت و تبلیغ پر اسلام قبول کیا۔ وفودِ عرب کے بارے میں مآخذ کی بیان کردہ تفصیلات سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ جو وہ زیادہ تر قبول کر لیتے۔ بہت کم ایسا ہوا کہ وہ صرف سیاسی اطاعت اور جزیہ کی ادائیگی ہی پر قانع رہے ہوں۔ وفودِ عرب کے قبولِ اسلام کا معاملہ تو کافی طویل ہے لیکن ان میں سے بعض اہم قبائل کے قبولِ اسلام اور دعوتِ نبوی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اولین وفود عرب جو ہجرتِ نبوی اور غزوۂ خندق کے زمانے میں خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے ان میں مزینہ، جہینہ، غفار، اسلم اور اشجع اور کنانہ وغیرہ قبائل کے وفود تھے۔ جہینہ کے وفد نے پھر ان کے پورے قبیلہ نے آپ کی دعوت پر اسلام قبول کیا اور ہجرت کے کچھ عرصہ کے بعد ہی۔ یہی حال غفار اور اسلم کے وفود اور قبائل کا تھا۔ اشجع کے ایک خاص گروہ نے پہلے آپ سے صلح اور دفاعی معاہدہ کیا اور پھر کچھ مدت کے بعد اسلام قبول کر لیا۔ اس میں آپ کی دعوت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا کردار اور اسلام کی تعلیمات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا بھی خاصا اثر رہا تھا۔ ثقیف کے لیے آپ نے طائف کا محاصرہ اٹھاتے وقت ہدایت کی دعا مانگی تھی جو رمضان ۹ھ میں قبول ہوئی۔ ان کا ایک اہم اور نمائندہ وفد مدینہ منورہ پہونچا تو آپ نے ان کے لیے خیمہ مسجد نبوی کے صحن میں لگوادیا تاکہ وہ قرآن مجید سنیں۔ نمازیں دیکھیں اور اسلامی تعلیمات سے سبق لیں۔ آپ کا یہ طریقہ کار بہت کارگر ثابت ہوا اور انھوں نے آپ کی دعوت پر اسلام قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی لیکن کچھ شرطیں رکھیں۔ لیکن آپ نے ان کی کئی شرطیں کہ نماز معاف کردی جائے اور سود و شراب کی اجازت دی جائے نہیں مانیں کہ وہ اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف تھیں۔ البتہ جو اسلام کے خلاف نہ تھیں وہ مان لیں۔ بالآخر وہ سب مسلمان ہو گئے اور واپس جا کر اپنے قبیلہ اور علاقہ کے لوگوں کو دعوت و تبلیغ کے ذریعہ اسلام میں داخل کیا۔[۱۲۲]

۱۰ھ/۶۳۱ء میں جب قبیلۂ طے کا ایک وفد ان کے سردار حضرت زید الخیر کی سرداری میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تو آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور سب نے آپ کی دعوت قبول کرکے اللہ کا دین قبول کرلیا۔ حضرت زید الخیر نے اپنے قبیلہ کے کافی لوگوں کو مسلمان کیا۔ بنو سعد کے نمائندہ اور امیر وفد حضرت ضمام بن ثعلبہ کے قبول اسلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دین کا واقعہ آپ کے طریقہ کار کا ایک دلچسپ اور اہم مرقع پیش کرتا ہے۔ اس کے مطابق آپ نے ان کو صرف اپنی رسالت، توحید، پنجگانہ فرض نمازوں، رمضان کے فرض روزوں، فرض زکوٰۃ اور نفل صدقہ اور (غالباً حج فرض) کی تعلیم و تبلیغ کی تھی اور ان کو قبول کرکے وہ نہ صرف مسلمان ہو گئے تھے بلکہ اپنی قوم کو بھی جا کر اسلام میں داخل کیا تھا۔ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان کی دعوت اور تعلیم آپ نے بنو عذرہ کے وفد کو بھی دی تھی جس میں بارہ حضرات شریک تھے اور ان لوگوں نے اسلام کی دعوت قبول کرلی۔ بعد میں آپ نے ان کو غیر مسلموں کے ذبیحہ کو کھانے اور کاہنوں سے سوالات کرنے سے بھی منع فرمایا۔[۱۲۳] ابن سعد نے سب سے زیادہ وفود عرب کی تعداد بیان کی ہے۔ ان کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو یہ وفود مشرک و کافر قبائل کے ہوتے تھے یا عیسائیوں کے تھے اور ان میں سے بعض مسلمانوں کے بھی تھے جو مدینہ منورہ حاضر ہوئے تھے، مسلمان بیعت کرنے اور آپ سے دین کی تعلیم لینے آتے تھے اور باقی دونوں قسم کے وفود جب آتے تو آپ ان کو اسلام کی دعوت ضرور دیتے۔[۱۲۴]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کو اسلام کی تعلیمات سے بہرہ مند کرنے کے لیے ان میں سے بیشتر کو مسجد نبوی کے قریب بلکہ اس کے صحن میں آتارتے، ان کی مہمانداری اور خاطر تواضع کرتے، ان کے سوالات کے جوابات عطا فرماتے، علمی، فنی اور دینی مسابقت و مقابلہ کا موقع آجاتا تو اس سے بھی گریز نہ فرماتے۔ ہر قبیلہ/وفد کے لوگوں کے ذہنی اور مذہبی مقام و سطح کے مطابق گفتگو فرماتے ان پر پہلے اسلام کے بنیادی ارکان پیش فرماتے اور حکمت و موعظت کے ساتھ اپنے عمل و گفتار سے اسلام کی عملی اور علمی دعوت دیتے۔ غالب اکثریت اسلام قبول کر لیتی اور جب اپنے وطنوں/علاقوں کو لوٹتی تو اسلام و دین کے داعی اور مبلغ بن کر واپس جاتی اور پھر چراغ سے چراغ جلتے اور فضا اسلام کے نور سے روشن ہوتی۔[۱۲۶]

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ کے تمام طریقوں کے پیچھے آپ کی عظیم و درخشاں شخصیت، بلند کردار اور خلق عظیم کی مضبوط و مستحکم فصیل کھڑی تھی۔ دعوت خواہ کتنی اچھی اور تبلیغ کا طریقہ خواہ کتنا عمدہ ہو اس وقت تک وہ بیکار و غیر موثر ہے جب تک اس کو مبلغ و داعی کی بلند کرداری اور عالی اخلاقی قوت و تحفظ حاصل نہ ہو۔ انسانی فطرت ہے کہ مدعو پہلے داعی کا کردار اور اس کی شخصیت دیکھتے ہیں، اگر اس کی شخصیت غیر معتبر اور کردار داغدار ہے تو دعوت و تبلیغ میں اثر پیدا ہی نہیں ہو سکتا اور اگر شخصیت اوصاف حمیدہ اور خصائلِ ستودہ کی حامل اور کردار کی پاکیزگی اور بلندی کا پیکر ہو تو دعوت میں خود بخود تاثیر و مقناطیسی قوت پیدا ہوتی ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں وہ محبوبیت اور آپ کے کردار میں وہ مقناطیسیت تھی کہ لوگ کھنچے چلے آتے تھے اور یہ پاکیزگی اور طہارت اور بلندی و عظمت آپ کی ذات و صفات میں بچپن سے موجود رہی تھی۔ آپ کی نوجوانی اور جوانی میں وہ اور بھی پختہ اور مستحکم ہو گئی تھیں اور جب آپ نے چالیس سال کی عمر پوری کی تو وہ بھی اپنی معراج کو پہونچ چکی تھیں۔ چالیس برس کی پختہ عمر میں رسالت و نبوت سے سرفرازی کے پیچھے اور حکمتوں اور مصلحتوں کے علاوہ دعوت و تبلیغ کے لحاظ سے سب سے اہم حکمت و مصلحت یہ تھی کہ آپ کی زندگی کا ورق ورق آپ کے اولین مدعوین کی خردبیں نگاہ سے گذر جائے اور وہ آپ کو اسی طرح پہچان لیں جس طرح اپنے فرزندوں کو پہچانتے ہیں تاکہ جب آپ ان کو دعوت و تبلیغ کریں تو وہ آپ کے کردار و شخصیت اور ذات پر حرف گیری نہ کر سکیں اور صرف حرف گیری اور خوردہ گیری اور نکتہ چینی ہی نہیں بلکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کی عظیم ذات، بلند کردار اور شاندار صفات و کمالات کے بھی معترف ہوں۔ قرآن مجید میں اسی حقیقت اصلی اور دائمی کی اسی عظمتِ فطری کی طرف یوں اشارہ کیا گیا: فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ سورہ یونس ع ۱۶ (کیونکہ میں رہ چکا ہوں تم میں ایک عمر اس سے پہلے۔ کیا پھر تم نہیں سوچتے۔) اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کی سچائی پر آپ کے قبل نبوت کردار کو سب سے بڑی دلیل بنائی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ وہ اس حقیقت کی بھی دلیل و برہان ہے کہ آپ کا عظیم کردار اور بے مثل شخصیت دعوت و تبلیغ کی اصل قوتِ تاثیر تھی۔

حواشی اور تعلیقات

۵۵ ابن اسحاق ص ۲۴۹-۵ ؛ ابن سعد، چہارم ص ۲۱۵

۵۶ ابن سعد، چہارم ص ۲۱۵-۶ نے اس ضمن میں تین چار مختصر روایات دی ہیں اور متعلقہ روایت کافی طویل و مفصل بیان کی ہے۔ نیز سید مودودی، دوم ص ۵۴۔

۵۷ عیون الاثر بحوالہ ادریس کاندھلوی اول ص ۱۶۱ نیز ابن اسحاق ص ۱۴۰-۴۱

۵۸ ابن اسحاق ص ۲۴۹ وغیرہ؛ ابن ہشام دوم ص ۳۱-۶۰ و مابعد ؛ ابن سعد، اول ص ۲۱۱-۲۷ ، بلاذری، اول ص ۲۳۷-۴ و مابعد مولانا شبلی، اول ص ۲۵۲-۶۷ ؛ ادریس کاندھلوی، اول ص ۳۲۷-۴۵ ؛ سید مودودی دوم ص ۶۸۳-۷۱۱ و مابعد۔

۵۹ مولانا شبلی، اول ص ۲۵ فرماتے ہیں کہ "اہل مکہ سے تو قطعی نا امیدی تھی اس لیے آپ نے ارادہ فرمایا کہ طائف تشریف لے جائیں اور وہاں دعوت اسلام فرمائیں۔"

مولانا ادریس کاندھلوی اول ص ۲۷۴ لکھتے ہیں "ابو طالب کے بعد آپ کا کوئی حامی اور مددگار نہ رہا اور حضرت خدیجہ کے رخصت ہو جانے سے کوئی تسلی دینے والا اور غمگسار نہ رہا اس لیے آپ نے قریش مکہ کی چیرہ دستیوں سے مجبور ہو کر اخیر شوال سنہ ۱۰ نبوی میں طائف کا قصد فرمایا"....

مولانا مودودی دوم ص ۶۲۲-۳ رقمطراز ہیں کہ "شوال سنہ ۱۰ بعد بعثت کے آخر میں طائف کا رخ کیا.... اس سفر کا سبب یہ تھا کہ قریش کی اذیت رسانیوں سے آپ تنگ آ گئے تھے، ان کی شدید مخالفت و مزاحمت دیکھ کر یہ امید نہیں رہی تھی کہ یہ لوگ دعوت حق کو قبول کرنا تو در کنار، اسے جاری رکھنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی بھی کوئی گنجائش آپ کے لیے باقی رہنے دیں گے ....."

ان بزرگ سیرت نگاروں کا یہ تاثر ابن اسحاق کے اپنے خیال سے متاثر معلوم ہوتا ہے ملاحظہ ہو ابن ہشام، دوم ص۲۸۔ ابن سعد اول ص۳-۲۱۱ نے بھی قریش کے مظالم کو مقصدِ سفر بتایا ہے۔ بلاذری اول ص۲۳۷ نے کوئی سبب نہیں ذکر کیا۔

۶۰ طائف کے سفرِ نبوی پر ابھی تحقیق کی ضرورت ہے۔ دعوتی نقطۂ نظر سے بھی اور نتائج کے زاویہ سے بھی۔

۶۱ ابن اسحاق ص۸-۲۵۴؛ ابن ہشام، دوم ص۷-۲۶؛ بخاری، جامع صحیح، باب الجنائز باب قصۃ ابی طالب۔ نیز ملاحظہ ہو شبلی نعمانی، اول ص۸-۲۴۷ نیز شبلی کے نقطۂ نظر سے اختلاف پر جامع سید سلیمان ندوی کا حاشیہ ۲ جو اسلام ابی طالب کے قائل نہیں۔ ادریس کاندھلوی، اول ص۳-۲۷۱ سید مودودی، دوم ص۲-۶۲۱ اور ص۵-۶۲۳۔

۶۲ بخاری، کتاب الطب، باب عیادۃ المشرک میں یہودی بچے کا حوالہ ہے جو مدنی واقعہ ہے۔

۶۳ امام بخاری اور دوسرے محدثین کرام نے عیادت نبوی پر خاص باب باندھا ہے جس میں ایسے کئی واقعات کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے زیادہ تر کا تعلق مدنی دور سے ہے۔ ملاحظہ ہو بخاری، کتاب الطب باب عیادۃ المشرک وغیرہ؛ نیز شبلی دوم، ص۹۷-۳۹۴

۶۴ ابن سعد، اول ص۲۰۰؛ بلاذری، اول ص۱۲۳ دونوں کی روایات میں معمولی فرق ہے۔ بلاذری کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کی دعوت و تبلیغ کے بعد اسلام مکہ میں پھیل گیا (حتی فشا الاسلام بمکۃ)

۶۵ ابن اسحاق ص۱۹۵؛ ابن ہشام اول ص۳۷۰ ابوجہل مخزومی کو خبر دینے کی روایت ابن اسحاق ابن ہشام میں ہے۔ اس کے مطابق حضرت عمر کی والدہ حنتمہ بنت ہشام بن مغیرہ تھیں۔ صبح صبح جب حضرت عمر نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے حضرت عمر کو بھانجے کہہ کر ان کا استقبال کیا لیکن جوں ہی ان کے ان کے قبولِ اسلام کی خبر سنی ان کو برا بھلا کہہ کر دروازہ ان کے منہ پر دے مارا۔

۶۶ ابن اسحاق ص۱۹۵؛ ابن ہشام اول ص۳۶۵ تبصرۂ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے لیے کہ عمر کا اسلام فتح تھی، ان کی ہجرت نصرت تھی اور ان کی امارت رحمت تھی۔ انھیں کا تبصرہ ہے کہ "حضرت عمر کے اسلام لانے تک ہم کعبہ کے پاس نماز نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن جب وہ اسلام لائے تو قریش سے لڑ بھڑ کر کعبہ کے پاس نماز پڑھی اور ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی۔"

۶۷ ابن ہشام اول ص۳۶۸ کا اسلام عمر پر تبصرہ ہے کہ "اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اپنی جگہ پر منتشر ہو گئے اور ان کو حضرت حمزہ کے بعد حضرت عمر کے اسلام لانے سے تقویت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئی اور خود کو قابلِ افتخار و اعزاز سمجھنے لگے اور سمجھ گئے کہ وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ہی نہیں کریں گے بلکہ مسلمان بھی ان دونوں کے سبب اپنے دشمنوں سے نبٹ لیں گے۔"

۶۸؎ صحابۂ کرام مذکورہ بالا کی تبلیغی مساعی کے لیے ملاحظہ کیجیے: سید مودودی، دوم ص ۴۲-۵۳۶ نیز خاکسار کی کتاب عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، اقامتی پبلشرز نئی دہلی ۱۹۸۸ء کا باب دوم۔

۶۹؎ ابن ہشام دوم ص ۷-۴۲ اور ص ۳-۶۱ مابعد

۷۰؎ اسلام کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل بھی آپ کے بلند اور پاکیزہ کردار کا معترف تھا ملاحظہ ہو ابن اسحاق ص ۲۲۳ نیز ص ۱۶۹ اور مابعد

۷۱؎ سوید بن صامت جنگِ بعاث سے قبل مکہ مکرمہ میں آپ کی دعوت سے متاثر ہو چکے تھے مگر اسلام کا اظہار کرنے سے قبل جنگ میں مارے گئے۔ جبکہ حضرت ایاس بن معاذ نے اسلام قبول کر لیا کرتے وقت کلمہ طیبہ ان کی زبان پر تھا۔ مدینہ منورہ کے اولین باقاعدہ مسلمان حضرات اسعد بن زرارہ اور قیس بن ذکوان تھے جو مکہ مکرمہ میں آپ سے ملے اور اسلام قبول کر کے مدینہ واپس گئے اور وہاں اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ ملاحظہ ہو: ابن ہشام، دوم ص ۷-۳۴؛ ابن سعد، اول ص ۲۱۸ نے حضرات اسعد و قیس کا ذکر کیا ہے اور بعض دوسرے اولین مسلمین مدینہ کا بھی جیسے رافع بن مالک اور معاذ بن عفراء وغیرہ نیز شبلی نعمانی، اول ص ۶۲-۲۶۰؛ ادریس کاندھلوی اول ص ۳۳۰؛ سید مودودی دوم ص ۳-۶۹۱ اور ص ۵-۶۹۴۔ موخر الذکر کا بیان سب سے زیادہ جامع ہے جبکہ مولانا کاندھلوی نے صرف ایاس بن معاذ کے اسلام کا ذکر کیا ہے اور مولانا شبلی نے سوید کے قبولِ اسلام کا بھی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مکی دورِ حیاتِ نبوی کے اولین برسوں ہی میں اسلام مدینہ منورہ میں آپ کی تبلیغی مساعی اور کاروانوں، تاجروں اور حاجیوں اور زائروں کے ذریعہ متعارف ہو چکا تھا۔ عام طور سے اوس و خزرج خصوصاً موخر الذکر کے چھ اشخاص کے قبولِ اسلام سے مدینہ میں اسلامی تحریک اور دعوت و تبلیغ کا آغاز کیا جاتا ہے لیکن ابن سعد اور دوسرے ابتدائی مورخین اور سیرت نگاروں کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام وہاں کافی پہلے رواج پا چکا تھا۔ باقاعدہ جماعتوں کے قبولِ اسلام کا زمانہ البتہ اولین بیعتِ عقبہ سے شروع ہوتا ہے۔

۷۲؎ ابن سعد، اول ص ۳۵-۲۱۸؛ ابن ہشام دوم ص ۲۹-۳۹؛ بلاذری، اول ص ۷-۲۳۸؛ شبلی نعمانی، اول ص ۷-۲۶۲؛ ادریس کاندھلوی، اول ص ۵۶-۳۳۱؛ سید مودودی دوم ص ۱۷-۶۹۳

۷۳؎ ابن سعد، اول ص ۳۲-۲۲۰؛ ابن ہشام، دوم ص ۴-۱۰۲؛ بلاذری، اول ص ۳-۲۶۲۔ موخر الذکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے تینوں واقعات کا ذکر کیا ہے جبکہ اول الذکر دو کے ہاں حضرت بریدہ اسلمی کے اسلام کا ذکر نہیں ہے۔ بلاذری نے ان کے قبولِ اسلام کے بارے میں کہا ہے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان آپ سے حضرت بریدہ اوران کے قافلہ (رکب) کی ملاقات ہوئی اور آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی جو انھوں نے قبول کرلی۔ حضرت سراقہ کے بارے میں بلاذری نے تصریح کی ہے کہ وہ غزوۂ طائف کے بعد مقامِ جعرّانہ پر آپ کے قیام کے دوران اسلام لائے تھے۔

نیز ملاحظہ ہو: شبلی اول ص ۲۷۳-۲۷۴ ؛ ادریس کاندھلوی، اول ص ۲۸۷-۲۹۶ ؛ سید مودودی، دوم ص ۳۰۷-۳۳۴ شبلی نعمانی نے صرف سراقہ کا واقعہ نقل کیا ہے۔

۷۴ء ابن ہشام، دوم ص ۱۳۸-۱۳۹ ؛ ابن سعد، چہارم ص ۷۵-۸۲ ؛ بلاذری، اول ص ۲۶۶ نیز ابن ہشام اول ص ۲۳۳-۲۳۸ برائے اسلام سلمان۔ نیز ملاحظہ ہو: ادریس کاندھلوی، اول ص ۱۴۱-۱۴۵ ؛ جن کا بیان سب سے مفصل ومدلل ہے ۔ نیز ص ۶۰-۶۱ پر صرمہ بن ابی انس انصاری کے قبول اسلام کا ذکر کیا جو خدمتِ نبوی میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے جو ابن ہشام، دوم ص ۱۳۰ کے بیان پر مبنی ہے۔

۷۵ء اس بحث کے لیے ملاحظہ ہو: عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، باب دوم ؛ مختصر ذکر کے لیے سید مودودی، دوم ص ۵۳۹ ۔

۷۶ء بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصلح، باب ماجاء فی الاصلاح بین الناس ۔ کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاص عبداللہ بن ابی کو دعوت حق دینے اس کے گھر گئے تھے اور یہ زیادہ صحیح اور اہم روایت ہے۔

۷۷ء اس بحث کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب "عہد نبوی میں ابتدائی مہمیں ــــ محرکات، مسائل اور مقاصد" نقوش رسول نمبر دوازدہم لاہور ۱۹۸۵ء

۷۸ء مونٹگمری واٹ، محمد ایٹ مدینہ، آکسفورڈ / لندن ۱۹۵۶ء ص ۴ مابعد

۷۹ء ابن ہشام اول (۱۹۵۵ء) ص ۶۰۹ ؛ واقدی، ص ۴۶-۵۳ ؛ ابن سعد، دوم ص ۴-۵۱ ؛ بلاذری اول ص ۳۷۵ ؛ شبلی نعمانی، اول ص ۳۹۰-۳۹۱ ؛ ادریس کاندھلوی، دوم ص ۲۶۷-۲۶۷ ؛ مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، باب اول، سوم اور ششم متعلقہ بحث خاص کر ص ۴-۳۸۵

۸۰ء ابن ہشام (۱۹۵۵ء) اول ص ۶۰۹ ؛ واقدی، ص ۶۳-۳۵۴ ، ابن سعد، دوم ص ۶-۵۵ ؛ بلاذری، اول ص ۶-۳۷۵ ۔ شبلی نعمانی، اول ص ۳-۳۹۱ ؛ ادریس کاندھلوی دوم ص ۶۷-۲۵۸ ؛ عہد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت کے مذکورہ بالا ابواب خاص کر ص ۳۸۴-۵

۵۸۱ یہ بحث عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت ص ۳۸۵ سے ماخوذ ہے۔

۵۸۲ ایضاً نیز ضمیمہ اول ۔ امراء سرایا ص ۶۱-۴۵۷ ۔

۵۸۳ شبلی نعمانی، اول ص ۶۰۶ — ۵۸۷ نے اشاعت اسلام کے لیے خاص سرایا بھیجے جانے کے ساتھ اسی سلسلہ میں ان سرایا کو بھی داخل کیا ہے "جو فتح مکہ کے بعد بت شکنی کے لیے اطراف ملک میں روانہ کیے گئے"۔

جدید سیرت نگاروں میں علامہ شبلی نعمانی اولین شخص ہیں جنھوں نے غزوات وسرایا کا تجزیہ ان کے مقاصد ومحرکات کے مطابق کر کے ان کو مختلف خانوں میں تقسیم کیا ہے۔ دراصل "غزوات پر دوبارہ نظر" کے عنوان سے ان کی پوری بحث قابل مطالعہ ہے (ص ۶۲۲ — ۵۷۳) بایں ہمہ ابھی تک اشاعت اسلام اور تبلیغ ودعوت دین کے وسائل وذرائع کے لحاظ سے غزوات وسرایائے نبوی کا تجزیہ کرنا ہم سب پر باقی ہے۔

۵۸۴ واقدی، کتاب المغازی، آکسفورڈ ۱۹۶۶ء، اول ص ۶۱ ۔

۵۸۵ ابن ہشام، دوم ص ۴۲۶ میں ہے: "یامعشر یہود!... واسلموا، فانکم قد عرفتم انی نبی مرسل تجدون ذلک فی کتابکم وعہد اللہ الیکم"، ادریس کاندھلوی، دوم ص ۱۲۵ وغیرہ ۔

۵۸۶ ابن ہشام، واقدی وغیرہ مؤلفین سیرت کے علاوہ اس حقیقت کی شہادت محدثین کرام کے ہاں بھی ملتی ہے۔ ادریس کاندھلوی، دوم ص ۱۶۰ وغیرہ

۵۸۷ صحیح مسلم باب غزوۃ بدر بحوالہ مسعود احمد، صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۲۰۰

۵۸۸ ابن ہشام، سوم ص ۳۸

۵۸۹ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب عمل صالح قبل القتال؛ مسعود احمد، ص ۲۶۲

۵۹۰ ابن ہشام، چہارم ص ۲۲-۲۰ نے ابن اسحاق کی روایت بیان کی ہے کہ حضرات ابوسفیان بن حرب اموی اور عباس بن عبدالمطلب ہاشمی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرالظہران کے مقام پر فتح سے قبل ملاقات کی اور اسلام قبول کیا۔ اس سے قبل ص ۱۸ پر دو اکابر قریش ابوسفیان بن حارث ہاشمی اور عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی کے قبول اسلام کا ذکر ہے۔ وہ دونوں بھی آپ کے شدید دشمن رہے تھے۔ بخاری، کتاب المغازی، باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ میں ہے کہ خدمت نبوی میں ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ فوجی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پکڑ کر لائے تھے اور ابو سفیان نے اسلام قبول کر لیا"۔

۹۱ھ ابن ہشام، چہارم ص ۱۳۰ کا صرف یہ بیان ہے کہ طائف کے محاصرہ کے دوران کئی غلاموں نے خود سپردگی کرکے اسلام قبول کیا اور آپ نے ان کو آزاد کر دیا۔ ثقیف نے اسلام قبول کرنے کے بعد جب ان کی واپسی کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ تو اللہ کے آزاد کردہ بندے ہیں"۔ دوسرے مآخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ثقفی غلاموں نے آپ کی دعوتِ اسلام پر خود سپردگی کی تھی ملاحظہ ہو: واقدی، سوم ص ۹۳۱ ومابعد وغیرہ۔ نیز ان کے تراجم در کتب سیر۔

۹۲ھ آپ کی اس رحمت عالم روش واصول کی گواہی اور تصدیق تو مخالفوں نے بھی کی ہے۔ ملاحظہ ہو مونٹگمری واٹ، محمد ایٹ مدینہ۔

۹۳ھ ابن ہشام، دوم ص ۳۱۱ - ۲۸۸؛ صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب امداد الملائکۃ۔

بدر کے قریشی قیدیوں میں سے کئی حضرات نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے حسنِ سلوک سے اسلام قبول کیا جیسے حضرت خالد کے بھائی حضرت ولید بن ولید مخزومی لیکن اس سے اہم بات یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر بعض لوگوں نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ اسلام کے پرجوش داعی بنے جیسے حضرت عمیر بن وہب جمحی جو بدر کے بعد آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آئے تھے لیکن مسلمان بن کر مکہ واپس گئے اور بقول ابن اسحاق (ابن ہشام دوم ص ۳۰۹) وہ مکہ میں مقیم رہ کر اسلام کی دعوت دیتے رہے اور ان کے ہاتھ پر بہت سے لوگوں (ناس کثیر) نے اسلام قبول کیا۔

۹۴ھ ابن ہشام، سوم ص ۳۲۹ - ۳۲۹؛

۹۵ھ ابن ہشام، چہارم ص ۳۲ - ۱۸ ومابعد

۹۶ھ ابن ہشام، چہارم ص ۹۱ - ۹۰ اور ص ۱۳۵ - ۱۳۵ اور ص ۱۳۹ - ۱۳۹

۹۷ھ ابن ہشام، چہارم ص ۱۲۸ - ۱۲۸

۹۸ھ فتح مکہ کے وقت جتنے قریشی اکابر جیسے حضرات عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ، عبداللہ بن زبعری، وغیرہ مکہ سے فرار ہو گئے تھے ان سب کے لیے معافی کا اعلان کیا اور ان مفرورین نے رحمت نبوی سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ ابن ہشام، چہارم ص ۴۰ - ۳۸۔

غزوہ حنین کی ہزیمت کے بعد ہوازن کے امیر لشکر اور سپہ سالار حضرت مالک بن عوف نصری فرار ہو گئے۔ آپ نے ان کی معافی کا نہ صرف اعلان کیا بلکہ ان کو انعام دینے کا وعدہ بھی کیا۔ حضرت مالک واپس حاضر خدمت ہوئے اور اسلام لائے۔ ابن ہشام، چہارم ص ۱۳۸ - ۱۳۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مشہور عرب شاعر حضرت کعب بن زہیر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو اپنی جاہلیت میں کی تھی لیکن جب ان کے بھائی بجیر بن زہیر بن ابی سُلمٰی نے ان کو لکھا کہ آپ کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرتے جو توبہ کر کے حاضر ہو تو حضرت کعب مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور صبح کی نماز کے بعد آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ ان کو پہچانتے نہ تھے۔ انھوں نے آپ سے پوچھا جبکہ ان کا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا: یارسول اللہ! اگر کعب بن زہیر توبہ کر کے مسلمان ہو کر آئے تو آپ اس کو معاف کر دیں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ہی کعب بن زہیر ہوں۔ پھر انھوں نے وہ مشہور قصیدہ پڑھا جو مدح نبوی میں تھا اور قصیدہ البردہ کے نام سے مشہور رہا۔ ابن ہشام، چہارم ص۱۴۹-۶۶ خاص کر ص۱۵۲۔

۹۹ھ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہد نبوی کے میدان جنگ انگریزی حیدرآباد دکن ۱۹۷۳ء ص۵ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں کل مقتولین کی تعداد بیان کی ہے وہ صرف ۳۵۵ ہے اسی طرح زخمیوں کی تعداد بھی بہت کم تھی۔

۱۰۰ھ دعوت و تبلیغ کے لیے قرآن مجید سورۂ بقرہ ۲۵۶ میں اصولِ الٰہی ہے: لا اکراہ فی الدین (زور نہیں دین کی بات میں...) ابن کثیر، تفسیر القرآن، اول ص۳۱۰ ای لا تکرھوا احدا علی الدخول فی دین الاسلام (دین اسلام میں داخل کرنے کے لیے کسی کو مجبور نہ کرو) مولانا محمود حسن، اپنی تفسیر موضح فرقان ص۵۳ حاشیہ ۲ میں فرماتے ہیں..... اور نہ شریعت کا یہ حکم ہے کہ زبردستی کسی کو مسلمان بناؤ افأنت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین خود نص موجود ہے۔"

مسلمانوں / اسلام قبول کرنے والوں کو البتہ اسلامی فرائض کی پابندی اور شریعت کی تابعداری کرنی لازم ہے جیسا کہ معروف اصول ہے۔

۱۰۱ھ سورۃ فتح ۱ میں ہے: انا فتحنا لک فتحا مبینا (ہم نے تمہارے لیے ایک فتح مبین عطا کی) فتح مبین کے حوالہ سے ابن ہشام، سوم ص۳۹۹-۴۲ نے تمام متعلقہ آیاتِ قرآنی سے بحث کی ہے اور سورۂ فتح ۲۷ میں مذکورہ ارشادِ ربانی: "فجعل من دون ذلک فتحا قریبا" (اس نے اس سے پہلے ایک قریبی فتح بنائی) میں فتحِ قریب سے صلح حدیبیہ مراد قرار دیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ابن کثیر، تفسیر القرآن، تفسیر آیات متعلقہ۔

۱۰۲ھ مثلاً مولانا وحید الدین خاں نے صلحِ حدیبیہ کے حوالے سے ہندی مسلمانوں کو کچھ نہ کرنے اور مجہولیت اختیار کرنے کی باقاعدہ مہم اپنی تحریروں میں چلا رکھی ہے۔ ملاحظہ ہو: الرسالہ کے مضامین اور قومی آواز میں ان کے مقالات

۱۰۳ھ مولانا شبلی نعمانی، اول ص۴۵۹؛ مولانا ادریس کاندھلوی، دوم ص۳۶۵-۶ وما بعد۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۰۴؎ ابن ہشام، سوم ص ۲۱۶-۲۱۷ نے اول الذکر تین بزرگوں کے قبولِ اسلام کا ذکر کیا ہے۔ حضرت معاویہ کے قبولِ اسلام کے لیے ملاحظہ ہو۔ ابن حجر، الاصابہ مصر ۱۳۲۸ھ، سوم ص ۴۱۲؛ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ہشتم ص ۱۱۸۔ مولانا ادریس کاندھلوی، دوم ص ۵۶-۵۷ اور چہارم ص ۵۲-۵۳ نے اصابہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ "صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے مگر اپنے اسلام کو مخفی رکھا اور فتح مکہ میں اس کا اظہار کیا۔" سید سلیمان ندوی نے ان کے قبول اسلام کو صلح حدیبیہ یا فتح مکہ کے زمانے کا بتایا ہے ملاحظہ ہو شبلی اول ص ۴۶۷ حاشیہ ۱؛ محمد تقی عثمانی / محمود اشرف عثمانی، حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق، ادارۃ المعارف کراچی ۱۹۸۶ء ص ۲۲۹۔

۱۰۵؎ ابن ہشام، سوم ص ۳۷۲۔ ابن اسحاق نے امام زہری کی یہ روایت نقل کی ہے۔

۱۰۶؎ فتحِ مکہ کے بعد لوگوں کی قبولِ اسلام کی سب سے بڑی شہادت تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ نصر ۱۱۰-۲ میں یوں دی ہے: اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا (جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے دیکھیں.....) امام بخاری، کتاب المغازی، فتحِ مکہ نے ایک عینی اور معاصر شاہد حضرت عمرو بن سلمہ کی شہادت یوں نقل کی ہے:

کانت العرب تلوم باسلامہم الفتح فیقولون	عرب اپنے اسلام کے لیے فتح (مکہ) کا انتظار کرتے تھے
اترکوہ وقومہ فانہ ان ظہر علیہم فہو نبی صادق	وہ کہا کرتے تھے کہ آپ کو اور آپ کی قوم کو چھوڑ دو۔
فلما کانت وقعۃ اہل الفتح بادر کل قوم باسلامہم	اگر آپ اُن پر غالب آگئے تو آپ سچے نبی ہیں جب اہل فتح کا واقعہ رونما ہوا تو ہر قوم اسلام کی طرف دوڑ پڑی۔

مولانا شبلی دوم ص ۲۱ نے حدیثِ مذکورہ بالا کے پہلے جملہ میں "تلوم باسلامہم" میں "ھم" کی ضمیر قریش کی طرف راجع کر کے اس سے قریش کا اسلام مراد لیا ہے جو محلِ نظر ہے۔ امام بخاری کی روایت کی مزید تشریح و توضیح ابن ہشام چہارم ص ۲۲۲ میں ملتی ہے۔ یہاں اس نکتہ کی طرف بھی دھیان دینا ضروری ہے کہ امام بخاری کی روایت کے مطابق آپ کے فوجی اور سیاسی غلبہ کو عرب آپ کی نبوت کی حقانیت کا مظہر سمجھتے تھے۔ اسی سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ ان کا اسلام سچا اور مخلصانہ تھا نہ کہ محض ظاہری اطاعت اور نمودی اظہار (استسلام)۔ نیز ابن سعد، اول ص ۳۳۶۔

۱۰۷؎ بخاری، صحیح، کتاب المغازی، غزوۃ ذات الرقاع؛ ابن ہشام، سوم ص ۲۱۶۔ بخاری میں صرف اعرابی ہے اور قبولِ اسلام کا ذکر نہیں ہے۔ ابن ہشام نے اس کا نام غورث لکھا ہے جبکہ تعلیق نگار نے دعثور کا بھی نام لیا ہے لیکن اس کو دوسرا قصہ بتایا ہے۔ ادریس کاندھلوی دوم ص ۲۷۵-۲۷۶ نے صحیح بخاری کے حوالہ سے اس کا نام غورث بن حارث لکھا ہے جو صحیح نہیں۔ دعثور کے قبولِ اسلام کا ذکر واقدی ص ۱۹۶،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابن سعد، دوم ص۳۵، بلاذری اول ص۳۱۱ میں ہے۔

۱۰۸ھ بخاری، کتاب المغازی، وفد بنی حنیفۃ وحدیث ثمامہ بن اثال۔

۱۰۹ھ ابن ہشام، دوم ص۳۰۲-۳۰۳ قریش کا مال واپس کرتے ہوئے حضرت ابو العاص نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسلام کا اعلان کرنے سے یہ اندیشہ وخوف مانع رہا کہ تم یہ نہ سمجھو کہ میں تمہارا مال ہڑپ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ زرقانی، دوم ص۱۷۷ بحوالہ ادریس کاندھلوی ص۲۵۱-۲

۱۱۰ھ مسلم، صحیح، کتاب الایمان، اردو ترجمہ رئیس احمد جعفری، اول ص۱۵۰-۲ کی ایک روایت میں ہے أفلا شققت عن قلبہ۔ دوسری بخاری کی مانند ہے۔ تیسری میں ہے کہ فکیف تصنع بلا الٰہ الا اللہ اذا جاءت یوم القیامۃ؟ اس روایت میں رمح (نیزہ) کی جگہ سیف (تلوار) ہے۔ ابن سعد، چہارم ص۶۹ میں ہے کہ آپ نے حضرت اسامہ سے فرمایا: برا ہوا اسامہ! لا الٰہ الا اللہ کا کیا جواب دوگے؟ بخاری، کتاب المغازی، غزوہ موتہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اے اسامہ! کیا تم نے اس کو لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کر دیا؟

۱۱۱ھ مثلاً مولانا شبلی نعمانی اول ص۴۶۲؛ مولانا ادریس کاندھلوی، دوم ص۳۸۱۔ اول الذکر ۷ھ کی تصریح کی ہے جبکہ موخر الذکر کہتے ہیں "اس پر سب متفق ہیں کہ حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے یہ خطوط روانہ کئے گئے۔ جبکہ قدیم مآخذ اور بیشتر مورخین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ خطوط نبوی کا سلسلہ صلح حدیبیہ اور وفات نبوی کی مدت کے دوران جاری رہا۔ ملاحظہ ہو ابن ہشام، چہارم ص۲۷۸-۸۰؛ طبری، تاریخ طبری دوم ص۶۴۵؛ ابن سعد اول ص۲۵۸۔

اختلاف کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد محرم ۷ھ میں چھ سفیران نبوی کی مکاتیب دعوت کے ساتھ روانگی ہوئی تھی جس کی تصریح جابجا ابن سعد نے کی ہے۔ ورنہ دوسرے مکاتیب کے ارسال کرنے کی تاریخ بعد کی ہے مثلاً عُمان کے دو حکمرانوں کے نام مکتوب نبوی ذو قعدہ ۸ھ میں بھیجا گیا (ابن سعد اول ص۲۶۲) جبکہ حاکم بحرین منذر بن ساوی کے نام جعرانہ سے واپسی کے بعد یعنی ذو الحجہ ۸ھ / محرم ۹ھ وغیرہ میں کسی وقت بھیجا گیا (ابن سعد اول ص۲۶۳) اہل یمن کے نام متعدد خطوط حضرت معاذ بن جبل خزرجی اور مالک بن مرارہ کے ہاتھ بھیجے گئے جو ۹ھ یا ۱۰ھ میں گئے تھے اور دوسرے مکتوب الیہم کے نام جو خطوط و مکاتیب لکھے گئے اور اس کے بعد لکھے تھے خاص کر متعدد اہل یمن، حمیر، جبلہ بن ایہم، ذو الکلاع وغیرہ کے نام۔ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی اسلام ہی ۱۰ھ میں لائے تھے اور وہ ذو الکلاع کے پاس خط لے کر گئے تھے (ابن سعد اول ص۲۶۳-۶ مابعد) صلح حدیبیہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے قبل کے خطوط اسلم، جہنیہ، مزینہ وغیرہ کے نام لکھے گئے تھے (ابن سعد اول صفحہ ۸۰-۲۷۱)

۱۱۲ مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو: عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت صفحہ ۸۱-۲۷۵ اور ضمیمہ دوم، سفیران نبوی صفحہ ۱-۵۰۴ نیز صفحہ ۶-۲۸۵۔

۱۱۳ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، کتاب الجہاد، باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الاسلام؛ صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ہرقل اور باب کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ملوک الکفار میں صرف ہرقل کے نام کے خط کا مضمون نقل کیا گیا ہے۔ دوسرے خطوط کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی والخلافۃ الراشدہ؛ القاہرہ ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۸۴-۲۲۔ نیز ان کا اردو ترجمہ بعنوان الرسالات النبویہ از ڈاکٹر نثار احمد فاروقی، نقوش رسول نمبر جلد ۲، صفحہ ۶۶-۲۰۴ مولانا شبلی، اول صفحہ ۳-۶۲۷م؛ مولانا ادریس کاندھلوی، دوم صفحہ ۱۷۱-۲۸۱

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مجموعۃ الوثائق سے معلوم ہوتا ہے کہ ان غیر ملکی حکمرانوں کو آپ نے صرف ایک بار ہی دعوتی خط نہیں لکھا تھا بلکہ کئی مواقع پر متعدد خطوط تحریر کیے تھے مثلاً ہرقل کے نام آپ کے دو خطوط ہیں، دوسرے خط میں آپ نے اس سے اسلام نہ لانے کی صورت میں جزیہ ادا کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ قیصر روم نے اس خط کا جواب بھی آپ کو لکھا تھا اور آپ کی رسالت تسلیم کی تھی اور اپنی قوم کو دعوت اسلام دینے میں ناکامی کا اظہار کیا تھا۔ ایک روم کے اسقف کے نام بھی خط ہے۔ نجاشی کے نام آپ کے دو خط ہیں اور نجاشی کے تین جوابی مکاتیب منقول ہیں۔ دوسرے غیر ملکی حکمرانوں کے نام مکاتیب نبوی کے لیے ملاحظہ ہو: صفحہ ۳-۳۲، صفحہ ۳۳-۳۹۔

۱۱۴ عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت اور مولانا شبلی اور مولانا ادریس کاندھلوی کے متعلقہ مباحث نیز ادریس کاندھلوی سوم صفحہ ۱۲۷۔ مجموعۃ الوثائق صفحہ ۸-۵۵ میں منذر بن ساوی شاہ بحرین، بحرین کے علاقہ کے ہجر کے لوگوں، مجوس ہجر، اسبخت عامل بحرین، ہلال صاحب بحرین، ہوذہ بن علی شیخ یمامہ، عبدالقیس کے قبیلہ اور متعدد سرداروں، جیفر وعبد عمان کے حکمرانوں، اہل دما (قریہ عمان) وغیرہ کے نام خطوط ہیں۔

۱۱۵ مزید بحث کے لیے ملاحظہ ہو: سید جلال الدین عمری، "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی مکاتیب" تحقیقات اسلامی علی گڑھ جلد ۷ شمارہ ۲ (اپریل جون ۱۹۸۶ء) صفحہ ۱۳-۵۔ ابن سعد اول صفحہ ۹۱-۲۵۸ میں موجود خطوط کا توقیتی تجزیہ ثابت کرتا ہے کہ ابن اسحاق کا بیان بھی پوری طرح صحیح نہیں خطوط کا سلسلہ دراصل شروع تو بعد ہجرت نبوی ہوا تھا مگر اس کی رفتار تیز ہوئی ۷ھ میں اور تا وفات جاری رہا۔ اس سلسلہ میں زرقانی سوم صفحہ ۳۶۵ وغیرہ کی تطبیق کی کوشش صرف چھ اہم خطوط کے سلسلہ میں تو صحیح ہے اور ان کا تعلق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمام مکاتیب نبوی سے نہیں ہے۔ نیز سید جلال الدین عمری، "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی مکاتیب" تحقیقات اسلامی علی گڑھ جلد ۷ شمارہ ۳

۱۱۶ میری مذکورہ بالا کتاب ص ۲۹۳-۵ ملاحظہ ہو (جولائی۔ستمبر ۱۹۸۸ء) ص ۱۹-۵ جس میں صرف ہرقل کے نام مکتوب نبوی پر بحث ہے۔

۱۱۷ ابن ہشام، چہارم ص ۲۶، طبری، تاریخ الرسل والملوک قاہرہ ۱۹۶۱ء سوم ص ۲۲۸

۱۱۸ ابن ہشام، چہارم ص ۲۶۲-۵ کا بیان ہے کہ آپ نے ان کو نجران کے بنو الحارث بن کعب کو اسلام کی دعوت کے لیے بھیجا۔ حضرت خالد کی دعوت پر وہ مسلمان ہو گئے اور ان کے درمیان قیام کرکے حضرت خالد نے ان کو اسلام اور کتاب اللہ اور سنت نبوی کی تعلیم دی۔ یہ کافی طویل بحث ہے۔ مولانا شبلی، دوم ص ۲۸ کا یہ خیال صحیح نہیں کہ حضرت خالد اپنی دعوت اسلام میں ناکام رہے تھے۔

۱۱۹ ملاحظہ ہو عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت باب چہارم ص ۲۹۲-۳ اور باب ششم ص ۳۸۶

۱۲۰ مثلاً حضرات جرثوم بن ناشیم خشنی/قضاعی، عبادہ بن اشیب عنزی/بنو وائل، عمرو بن مرہ جہنی وغیرہ کے علاوہ متعدد شیوخ ورؤسائے قبائل نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دعوت وتبلیغ پر یہ فریضہ انجام دیا تھا اور اس کے نتیجہ میں اپنے قبیلہ کے کافی لوگوں کو اسلام میں داخل کیا تھا۔ ابن اثیر، اسد الغابہ (طہران ۱۳۷۸ھ) اول ص ۲۷۶، دوم ص ۲۲۲، چہارم ص ۱۳۱ وغیرہ۔ نیز ملاحظہ ہو میری کتاب مذکورہ بالا کا باب دوم اور سوم بحث برمقامی منتظمین اوران کی دعوت۔

۱۲۱ ملاحظہ ہو شبلی نعمانی/سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، دوم ص ۳۰۔ جامع نے تصریح کی ہے کہ یہ پورا ہدایت نامہ بخاری جزو غزوات میں مذکور ہے اور اس کی مختلف روایتوں کو یکجا کر دیا ہے۔ یہ عبارت سید صاحب کی ہے۔ اس میں ہمارا تصرف اتنا ہے کہ خدا کی جگہ اللہ رکھ دیا ہے کہ ہمارے نزدیک خدا کا استعمال اللہ کے لیے صحیح نہیں ہے۔

صحیح مسلم، کتاب الایمان، اردو ترجمہ رئیس احمد جعفری، کراچی اول ص ۱۰۵

۱۲۲ صحیح مسلم، کتاب الایمان۔ اردو ترجمہ رئیس احمد جعفری کراچی اول ص ۱۰۱-۹۷

۱۲۳ حضرات معاذ بن جبل خزرجی، ابوموسیٰ اشعری، طفیل بن عمرو دوسی، خالد بن ولید مخزومی، عبدالرحمٰن بن عوف زہری وغیرہ متعدد حضرات کی تبلیغ و دعوت کے طریقۂ کار کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً موخرالذکر صحابی نے ہدایت نبوی کے مطابق دومۃ الجندل کے بنو کلب کو پہلے تین دن تک اسلام کی دعوت دی اور بالآخر ان کو کامیابی ملی اور کافی لوگ مسلمان ہو گئے۔ ابن سعد، دوم ص ۸۹۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۲۴ه ابن سعد، اول ۲۵۹-۲۹۱ خاص کر ص۳۰۶، ص۳۱۲، ص۳۲۱، ص۳۳۳، ص۳۵۴ ملاحظہ ہوں۔ ابن ہشام، چہارم ص۵۸-۲۲۱ ومابعد۔ شبلی نعمانی، دوم ص۲۸-۳۶، ادریس کاندھلوی، سوم ص۱۹-۱۰۲ ومابعد۔ موخرالذکر نے صرف تین شرطوں کا ذکر کیا ہے اور بعض اہم شرطیں چھوڑ دی ہیں جیسے شراب وسود کی حلت کی شرط وغیرہ۔ مولانا شبلی کا بیان زیادہ مکمل اور مفصل ہے۔

۱۲۵ه ابن سعد اول ص۲-۳۲۱؛ ابن ہشام چہارم ص۵-۲۱۱؛ شبلی اول ص۴۳-۴۰ کاندھلوی سوم ص۱۱۴ اور ص۱۲۸؛ ابن سعد اول ص۲۹۹ کا بیان ہے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ نے ایک دن میں پورے قبیلہ سعد بن بکر کو مسلمان کرلیا۔ انھوں نے مساجد بنائیں اور اذان دے کر نمازیں پڑھیں۔

۱۲۶ه مثلاً طے، ہوازن، مزینہ، جہینہ، ثقیف، عامر بن صعصعہ، بنو حنیفہ، ازد، بنو سعد، عذرہ، بلی وغیرہ کے اکثر وفود مشرکین کے تھے جبکہ عبدالقیس، ہمدان، کندہ، اشعر، بنوالحارث بن کعب، دوس، تجیب، نہدیم، بنو اسد وغیرہ کے وفود پہلے سے مسلمان تھے۔ ان کے برخلاف نجران کا وفد عیسائیوں/نصاریٰ پر مشتمل تھا۔

نصاریٰ کے وفد نے آپ سے اسلام اور عیسائیت کے بارے میں کئی سوالات کئے تھے اور بحث ومباحثہ کے لیے بھی تیار ہو گئے تھے۔ عبدالقیس کے لوگوں نے آپ سے ہدایت کے لیے کچھ تعلیمات مانگیں۔ آپ نے چار چیزوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے روکا۔ تجیب کے وفد کو دینی مسائل کی تعلیم دی اور ان کو بہت سی تعلیمات لکھوائیں۔ وفدِ نہدیم کو نمازِ جنازہ میں شرکت کی ہدایت کی۔ بنو اسد کے وفد نے ازخود اسلام لانے کا احسان جتایا تو اللہ نے سورہ حجرات ۱۷ میں ان کو سرزنش کی۔ کندہ کے لوگوں کو آپ نے ریشم اور اس کے کپڑوں کے استعمال سے منع فرمایا۔ بنو حنیفہ کے مسیلمہ کذاب کے مطالبات خاص کر ریاست وحکومت الٰہی میں شرکت کے مطالبہ کو نامنظور فرمایا۔ بنو تمیم نے شاعری اور خطابت میں مدنی مسلمانوں سے مقابلہ کرنا چاہا۔ آپ نے اس کو منظور کرکے ان کو لاجواب کروادیا۔

جن وفودِ عرب نے جاکر اپنے علاقہ وقبیلہ میں اسلام کی دعوت پھیلائی ان میں اہم ترین حسبِ ذیل تھے:

(۱) وفدِ سعد بن بکر کے حضرت ضمام بن ثعلبہ جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ ابن سعد اول ص۲۹۹

(۲) وفدِ رؤاس بن کلاب کے حضرت عمرو بن مالک عامری جنھوں نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی اور اس کے لیے جنگ بھی کی۔ ابن سعد ص۳۰۰۔

(۳) وفدِ عقیل بن کعب کے کئی لوگ آپ کی دعوت پر ایمان لائے اور ان کے بعض لوگوں نے اپنے علاقہ میں دعوت کا کام کیا۔ ابن سعد ص۳۰۱-۳۰۲

(۴) وفدِ سلیم کے حضرت قیس بن نسیبہ نے بنو سلیم میں تبلیغ کرکے پورے قبیلہ کو مسلمان بنانے میں مدد کی۔ ابن سعد ص۳۰۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۵) وفد ثقیف نے اپنے پورے قبیلہ کو مسلمان کیا۔ ابن سعد ص۳۱۳

(۶) وفود طے: حضرت زید الخیر اور حضرت عدی بن حاتم طائی نے اسلام کی تبلیغ کی۔ ابن سعد ص۲-۳۲۱

(۷) وفد صداء: دعوت نبوی پر اسلام لائے اور اپنے علاقہ اور قوم میں اسلام پھیلا۔ ابن سعد ص۳۲۶

جو وفود عرب مسلمان بن کر آئے تھے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داعیوں اور مبلغوں کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا ان میں اہم ترین تھے:

(۱) وفد کلاب: حضرت ضحاک بن سفیان کلابی کی دعوت و تبلیغ پر مسلمان ہوا تھا۔ ابن سعد اول ص۳۰

(۲) وفد عامر بن صعصعہ: علقمہ بن علاثہ کو پہلے پہل دعوت حضرت عکرمہ بن خصفہ نے دی تھی اور ان کے سبب کئی لوگ مسلمان ہوئے۔ ابن سعد اول ص۳۱۱۔

(۳) وفد جہینہ: حضرت عمرو بن مرہ کی دعوت پر ایک آدمی کے سوا پورا قبیلہ مسلمان ہوا۔ ابن سعد ص۳-۳۳۳

(۴) وفد الحارث بن کعب: حضرت خالد بن ولید مخزومی کی تبلیغ سے اسلام لائے اور پھر ان کا وفد مدینہ پہونچا۔ ابن سعد ص۳۳۹۔

(۵) وفد ہمدان: حضرت قیس بن عمرو ارحبی مکہ مکرمہ میں اسلام لائے۔ واپس جاکر اپنی قوم میں تبلیغ کی اور ان کو مسلمان کیا پھر وفد آیا۔ ابن سعد ص۳۴۰۔

(۶) وفد نخع: حضرت معاذ بن جبل وغیرہ مبلغین نبوی کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے (کل دو سو افراد تھے) ابن سعد ص۳۴۶۔

(۷) وفد اشعریین: حضرت ابو موسیٰ وغیرہ کی دعوت و تبلیغ سے مسلمان ہوئے اور پھر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ ابن سعد ص۳۴۸-۹۔

(۸) وفد ازد عمان: اہل عمان مبلغین مدینہ کے ہاتھوں مسلمان ہوئے پھر حاضر مدینہ ہوئے۔ ابن سعد ص۳۵۱

(۹) وفد دوس: حضرت طفیل بن عمرو دوسی نے اپنی قوم کو مسلمان کیا۔ ان کے ستر / اسّی گھرانوں پر مشتمل وفد مدینہ آیا۔ ابن سعد ص۳۵۳۔

(۱۰) وفد جذام: حضرت رفاعہ بن زید جذامی کی دعوت پر ان کی قوم اسلام میں داخل ہوئی۔ ابن سعد ص۳۵۴-۵

ایسے متعدد دوسرے وفود تھے جو کسی نہ کسی داعی / مبلغ کی دعوت و تبلیغ سے متاثر ہو کر پہلے مسلمان ہوئے تھے پھر مدینۂ منورہ حاضر ہوئے۔

© rasailojaraid.com